علامہ حافظ شمس الدین محمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تالیف
کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ

ستر بڑے گناہ

اردو ترجمہ و تلخیص
مولانا محمد عبدالقوی مدظلہ
ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

ناشر: ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ، حیدرآباد

ستر بڑے گناہ

(ترجمہ کتاب الکبائر)

تالیف

علامہ حافظ شمس الدین محمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تلخیص

مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی

ناظم ادارہ اشرف العلوم، اکبر باغ، حیدر آباد-۳۶ (اے پی)

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد دیوبند ۲۴۷۵۵۴

ضلع سہارنپور (یوپی) فون نمبر: ۰۱۳۳۶-۲۲۲۰۱

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تصریحات

نام کتاب	ستر بڑے گناہ (ترجمہ کتاب الکبائر)
مؤلف	علامہ حافظ شمس الدین محمد الذہبی
تلخیص و ترجمہ	مولانا محمد عبدالقوی صاحب (حیدرآباد)
باہتمام	محمد طیب قاسمی
کتابت	عمران کمپیوٹرس مظفرنگر PH: 0131-2442408
سن اشاعت	ستمبر 2003
قیمت	65.00 روپے
ناشر	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد دیو بند 247554

ملنے کے پتے

- مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد دیو بند 247554
ضلع سہارنپور (یوپی) فون نمبر 01336- 224017
- ادارہ اشرف العلوم 16-2-138/8 اکبر باغ، حیدرآباد 36 (اے پی)
- ندوہ ایجنسی، ارم کاٹیج، اعظم پورہ، حیدرآباد (اے پی)
- مکتبہ اسلامیہ اندرون مسجد پولیس لائن، نظام آباد (اے پی)

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	رائے گرامی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب	۷
۲	تقریظ از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ	۸
۳	پیش لفظ از حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ	۱۲
۴	مقدمۃ المترجم	۱۸
۵	ترجمۃ المصنف	۲۳
۶	اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا	۲۵
۷	ناحق کسی کو قتل کرنا	۳۰
۸	جادوگری	۳۳
۹	نماز نہ پڑھنا	۳۷
۱۰	زکوۃ نہ دینا	۴۵
۱۱	بنا کسی عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنا	۴۹
۱۲	قدرت کے باوجود حج نہ کرنا	۵۰
۱۳	والدین کی نافرمانی کرنا	۵۱
۱۴	رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنا	۶۰
۱۵	بدکاری	۶۳
۱۶	خلاف فطرت شہوت رانی	۶۶
۱۷	سود کھانا	۷۲
۱۸	یتیم کا مال ظلماً کھانا	۷۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۹	اللہ اس کے رسول پر جھوٹ باندھنا	۷۹
۲۰	میدان جہاد سے بھاگنا	۸۰
۲۱	حاکم کا رعایا پر ظلم کرنا	۸۱
۲۲	گھمنڈ اور تکبر کرنا	۸۴
۲۳	جھوٹی گواہی دینا	۸۷
۲۴	شراب پینا	۸۸
۲۵	جوا کھیلنا	۹۱
۲۶	پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا	۹۳
۲۷	مال غنیمت میں خیانت کرنا	۹۶
۲۸	چوری کرنا	۹۷
۲۹	ڈاکہ ڈالنا اور رہزنی کرنا	۹۹
۳۰	جھوٹی قسم کھانا	۱۰۰
۳۱	ظلم کرنا	۱۰۳
۳۲	چنگی لینا	۱۱۱
۳۳	حرام مال کھانا	۱۱۳
۳۴	خودکشی کرنا	۱۱۸
۳۵	جھوٹ کی عادت ڈال لینا	۱۲۰
۳۶	غلط فیصلے کرنا	۱۲۴
۳۷	رشوت ستانی	۱۲۶
۳۸	عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا	۱۲۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۹	بیوی کی بدکاری پر ناگواری نہ ہونا	۱۲۹
۴۰	محلل اور محلل لہ	۱۳۰
۴۱	مسئلہ حلالہ فقہاء کی نظر میں	۱۳۲
۴۲	پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا	۱۳۵
۴۳	ریاکاری	۱۳۶
۴۴	علم دین کا دنیا کیلئے سیکھنا اور اس کا چھپانا	۱۳۷
۴۵	امانت میں خیانت کرنا	۱۳۹
۴۶	احسان جتانا	۱۴۲
۴۷	تقدیر کو جھٹلانا	۱۴۳
۴۸	دوسروں کے عیب تلاش کرنا	۱۴۷
۴۹	چغل خوری کرنا	۱۴۸
۵۰	لعنت ملامت کرنا	۱۵۱
۵۱	وعدہ خلافی کرنا	۱۵۳
۵۲	غیب کی خبریں بتلانے والے کاہن اور نجومی کی تصدیق کرنا	۱۵۴
۵۳	شوہر کی نافرمانی کرنا	۱۵۷
۵۴	نوحہ کرنا	۱۶۳
۵۵	بغاوت اور سرکشی	۱۶۶
۵۶	کمزوروں پر زیادتی کرنا	۱۶۸
۵۷	پڑوسی کو تکلیف پہنچانا	۱۷۰
۵۸	مسلمانوں کو تکلیف دینا اور برا بھلا کہنا	۱۷۳
۵۹	اللہ کے نیک بندوں کو ستانا	۱۷۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۰	کپڑوں کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا	۱۷۷
۶۱	مرد کا ریشم اور سونا استعمال کرنا	۱۷۹
۶۲	غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا	۱۸۰
۶۳	غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا	۱۸۱
۶۴	جان بوجھ کر غلط نسب بیان کرنا	۱۸۲
۶۵	لڑائی جھگڑا کرنا	۱۸۳
۶۶	ضرورت سے زائد پانی کا روکنا	۱۸۴
۶۷	ناپ تول میں کمی کرنا	۱۸۵
۶۸	خدا کے عذاب سے نڈر ہو جانا	۱۸۶
۶۹	بلا عنوان	۱۸۸
۷۰	بلا عذر جماعت کی نماز چھوڑ دینا	۱۹۰
۷۱	جمعہ کی نماز نہ پڑھنا	۱۹۰
۷۲	وصیت میں ناانصافی کرنا	۱۹۵
۷۳	دھوکہ دینا اور فریب کرنا	۱۹۶
۷۴	مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنا	۱۹۷
۷۵	تصویریں بنانا	۲۰۰
۷۶	صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنا	۲۰۲

رائے گرامی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بستوی مدظلہ (۱)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا محمد عبد القوی صاحب سلمہٗ نے غایت حسن ظن سے اپنا رسالہ ترجمہ کتاب الکبائر مصنفہ علامہ ذہبیؒ دیکھنے کے لئے عنایت فرمایا۔ احقر نے جگہ جگہ سے دیکھا ماشاء اللہ انتخاب بھی خوب ہے اور ترجمہ بھی۔ آج فضائل کے لئے رسائل ومضامین کی اشاعت اور تبلیغ پر کام ہو رہا ہے مگر منکرات پر نکیر کرنے کے لئے نہ کوئی جماعت ہے نہ اس کی تبلیغ واشاعت پر زور دیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور ومقبول فرمائیں اور اس کے نفع کو عام وتام فرمائیں۔

ماشاء اللہ ترجمہ شستہ، زبان آسان، قوسین میں مطالب کو واضح کرکے نافعیت میں مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا پیش لفظ ماشاء اللہ خوب اور افادہ میں مستقل رسالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

احقر محمد یوسف
جامعہ عربیہ خیر العلوم بستی، یوپی
المرقوم ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(۱) افسوس کہ اشاعت ثانی تک مولانا موصوف مرحوم ہو چکے ہیں۔

تقریظ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ (وارد فی الہند) کو عرصہ سے تمنا تھی کہ علامہ حافظ شمس الدین دمشقی مشہور بنام علامہ ذہبیؒ کی کتاب الکبائر کا ترجمہ کیا جائے۔ جسکا اہم پہلو یہ ہے کہ عام لوگ جس طرح وظائف واذکار اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں، گناہوں سے اجتناب وترک معاصی کا اس درجہ فکر وغم نہیں۔ کیونکہ وظائف ونوافل سے سرور ملتا ہے اور گناہوں کی عادت ترک کرنے سے نفس پر مشقت وپریشانی محسوس ہوتی ہے جس سے توبہ کا سہارا لے کر گناہوں کی حرام لذت سے بھی لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کی ناخوشی کی راہوں سے اپنا دل خوش کرنا بندہ کے لئے بے حیائی، غیر شریفانہ، منحوس اور لعنتی خوشی ہے جیسا کہ شرم کی حقیقت ملا علی قاری محدثِ عظیم نے اپنی کتاب مرقات میں حدیث الحیاء شعبة من الایمان کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمائی کہ:

فان حقیقة الحیاء ان مولاک لا یراک حیث نهاک

ترجمہ: شرم کی حقیقت یہ ہے کہ تیرا مولا تجھے اپنی نافرمانی میں نہ دیکھے۔ پس گناہوں کا ارتکاب لائق اور شریف بندوں کا کام نہیں۔ بے حیائی اہل ایمان کی ایمانی شان کے خلاف ہے اور گناہوں سے گنہگار ہمیشہ بے سکون رہتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا شعر ہے ؎

اف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم ۔۔۔ انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

اور مولانا اسعد اللہ صاحب محدث مظاہر العلوم کا شعر ہے کہ ؎

عشق بتاں میں اسعد کرتے ہو فکر راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

نیز بعض لوگ اس غلط فہمی کے بھی شکار ہیں کہ ہماری برائیاں نیکیوں کی برکت سے منادی جائیں گی اور اس آیت کریمہ سے سہارا لیتے ہوئے گناہوں کے ترک کی ہمت اور فکر جیسی مطلوب ہے، نہیں کرتے، لیکن یہ بدعملی آیت کریمہ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی تفسیر سے لاعلمی کا سبب ہے۔ امت میں مستند اور معتبر تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی سید محمود بغدادی مفتی بغداد تحریر فرماتے ہیں کہ حسنات سیئات کو مٹاتی ہیں، اس آیت میں سیئات سے مراد صغائر ہیں، بشرطیکہ اجتناب کبائر کا اہتمام کیا جائے۔ عبارتِ روح المعانی یہ ہے:

المراد بالسیئات الصغائر بشرط اجتناب الکبائر۔

نیز بعض لوگوں کو کبائر کا علم ہی نہیں وہ لاعلمی سے کبائر کو صغائر سمجھنے کے سبب توبہ نہیں کرتے۔ میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم جن کے بارے میں کتاب ''علمائے مظاہر'' میں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ مولانا ابرار الحق صاحب مجھ سے ابوداؤد شریف پڑھتے تھے اسی وقت سے ''صاحب نسبت'' ہیں، فرماتے رہتے ہیں کہ ذکر ونوافل کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی سہارنپوری گنا چوس رہا ہے اور گناہوں کو چھوڑنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی سہارنپوری گنا چوسنے والے کے منہ سے چھین رہا ہو، اسی لئے جو غلط اذکار ووظائف کی باتیں کرتے ہیں ان سے کوئی ناراض نہیں ہوتا مگر جو اپنے بیان میں ترکِ منکرات اور ترکِ بدعات ومعاصی کی طرف توجہ دلاتے ہیں ان سے اکثر لوگ ناراض ہوجاتے ہیں۔ لیکن

سچے طالب اور مخلص خوش ہو کر گناہ ترک کر دیتے ہیں اور نعمت تقویٰ کی بدولت فاسقانہ حیات سے نجات پا کر ولی اللہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ کثرتِ نوافل اور اذکار کو بزرگی کا معیار سمجھتے ہیں اگرچہ وہ فوٹو کشی، ٹی وی، ویڈیو فلم اور گانے بجانے ریکارڈنگ کی محفلوں میں اپنے خاندانوں اور برادری کو خوش کرنے کے لئے شریک ہوتے ہیں، حالانکہ ایسا شخص جو کسی بھی خلافِ شرع کام میں اصرار کے ساتھ مشغول رہتا ہے ہرگز ولی اللہ نہیں بن سکتا ہے، کیونکہ ولایت کی بنیاد ترکِ معاصی پر ہے نہ کہ کثرتِ ذکر و نوافل پر، جیسا کہ قرآن پاک میں اعلان فرمایا گیا ہے:

جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کریں وہی لوگ اللہ کے اولیاء ہیں۔

اگر کبھی خطا ہو جاتی ہے تو اولیاء اللہ نہایت ندامت اور آہ و زاری کے ساتھ استغفار و توبہ کر کے اپنے مولائے کریم کو راضی کرتے ہیں۔ اور آج اس زمانے میں جو اکثر صالحین کہلاتے ہیں ان منکرات سے اجتناب کرنے والوں کو تنگ نظر اور ملائے دقیانوس کا خطاب دیتے ہیں حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ارشاد فرمایا کہ:

اتق المحارم تکن اعبد الناس ۔ اے ابو ہریرہ تم حرام افعال سے پرہیز کرو تو سب انسانوں سے زیادہ عبادت گذار اور اللہ کے نزدیک ہو جاؤ گے۔

حضرت مرشد مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک بار جدہ سے مکہ مبارکہ جاتے ہوئے فرمایا کہ کار کے اندر ایر کنڈیشن چالو ہونے کے باوجود کیوں گرمی لگ رہی ہے، تو محترم انوار الحق صاحب نے فرمایا کہ کسی طرف شیشہ کھلا رہ گیا ہے۔ پھر جب شیشہ بند کیا گیا ٹھنڈک آ گئی۔ اسی وقت حضرت نے فرمایا اسی طرح جو ذکر اللہ کا ایر کنڈیشن چلاتے ہیں اور گناہ ترک نہیں کرتے

ہیں یعنی آنکھ، کان، زبان اور دیگر اعضاء پر تقویٰ کا شیشہ نہیں چڑھاتے وہ ذکر کے نفع کامل یعنی اطمینانِ کامل کی ٹھنڈک سے محروم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا حافظ عبد القوی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے علامہ ذہبیؒ کی کتاب الکبائر کا اختصار کے ساتھ ترجمہ کر دیا جس کے مطالعہ سے گناہ کبیرہ کا علم ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے احقر محمد اختر کو اور جملہ سالکین کرام اور جملہ امت مسلمہ کو جملہ کبائر سے اجتناب اور پرہیز کی توفیق مرحمت فرما کر محض اپنے فضل و کرم سے اور کریم کی اس شان کے صدقہ میں جو ملا علی قاریؒ نے مرقات میں بیان فرمائی ہے کہ کریم وہ ہے جو نا اہل پر بھی فضل کر دے: الذی یعطی بدون الاستحقاق والمنۃ (مرقاۃ) ہم جیسے نا اہلوں کو بھی تقویٰ کا اہتمام عطا فرما کر اپنے اولیاء و صدیقین کے زمرہ میں شامل فرما دیں۔ آمین۔

جوش میں آئے جو دریا رحم کا   گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

اللہ تعالیٰ مولانا عبد القوی صاحب کی اس خدمت کو شرف حسن قبول عطا فرمائیں اور امت مسلمہ کے لئے مفید بنائیں۔ آمین

انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کا ترجمہ کراچی سے بھی شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

راقم الحروف

حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

(درمیان سفر ریل حیدر آباد سے بمبئی)

۲۷ر شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ تاریخ ۱۶ر اپریل ۱۹۸۹ء

بوقت ۱۲ر بجے دن

پیش لفظ

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی زید فضلہ

انسان خیر وشر کا مجموعہ ہے اور اس کی فطرت میں نیکی اور بدی کی صلاحیتیں یکساں طور پر ودیعت کی گئی ہیں۔ اور ایسا کیا جانا ضروری بھی تھا اس لئے کہ اسے اس کائنات میں محض آزمائش اور امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے، اگر وہ خالق کائنات کے اس امتحان میں پورا اتر جائے تو اس سا کوئی خوش نصیب نہیں، اور اگر اس کے پائے استقامت نے ٹھوکر کھائی اور وہ اس امتحان میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس سا کوئی کم نصیب نہیں۔

انسان کی یہی دوہری صلاحیت ہے جو ہمیشہ باہم معرکہ آراء رہتی ہے، خداترسی نے غلبہ پایا تو عمل صالح کا صدور ہوتا ہے، شرور نفس نے فتح پائی تو انسان شیطان کے ''دام ہمرنگ زمین'' میں گرتا ہے اور خدا کی نافرمانی کر گذرتا ہے، پھر یہ نافرمانی بھی مختلف درجات کی ہیں، کوئی بات خلافِ افضل ہوگئی تو لغزش اور زلّہ ہے۔ یہی بات انبیاء سے صادر ہو جائے تو ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ''ذنب'' کہلاتا ہے کہ ''قربیاں را بیش بود حیرانی''، غلطی اگر اس سے آگے کے درجے کی ہو لیکن ایسی نہ ہو جس کے بارے میں وعید شدید ہو تو صغائر کہلاتی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ''سیئات'' سے تعبیر کیا ہے۔ فضل خداوندی سے نیک اعمال (حسنات) بجائے خود ان کا کفارہ بن جاتے ہیں لیکن نافرمانی جب اس سے بھی تجاوز کر جائے اور انسان بڑی برائیوں سے بھی دامن عمل کو نہ بچا سکے جن سے تاکید و اہتمام کے ساتھ خدا اور رسول نے منع فرمایا ہے

تو انہیں گناہوں کو کبائر کہا جاتا ہے۔ اور اس کو ''معصیت'' اور ''اثم'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کی معافی کفارات کے ذریعہ ہوگی بشرطیکہ شریعت نے اس کے لئے کفارہ مقرر کیا ہو، ورنہ توبہ کے ذریعہ۔

بعض فقہاء کے نزدیک شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں (حدود) کے نفاذ کی وجہ سے بھی وہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سزائیں صرف ''نشانِ عبرت'' اور قرآن مجید کی زبان میں ''نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ'' کا درجہ رکھتی ہیں۔ سزاؤں کیساتھ ساتھ جب تک توبہ و پشیمانی نہ ہوگی یہ گناہ معاف نہ ہونگے۔

اس لیے کبائر کا معاملہ بڑا سخت اور اہم ہے، یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے اس پر مستقل بحث کی ہے کہ کبیرہ کا اطلاق کن کن گناہوں پر ہوگا؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ یا عذاب کی دھمکی دی ہو یا غضب یا لعنت کا اظہار فرمایا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔ ابن صلاحؒ نے لکھا ہے کہ جس گناہ کو بڑا سمجھا جاتا ہو وہ کبیرہ ہے۔ امام ابومحمد بن عبدالسلامؒ فرماتے ہیں کہ نصوص میں جن گناہوں کے کبیرہ ہونے کی صراحت کی گئی ہو وہ اور ان کی سطح کے دوسرے گناہ کبیرہ سمجھے جائیں گے۔

بعض احناف کا خیال ہے کہ جن گناہوں کو ''فاحشہ'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے یا جس کے بارے میں نص قطعی موجود ہو اس پر کبیرہ کا اطلاق ہوگا۔ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ جس کام کو مسلمانوں کے سماج میں شنیع سمجھا جاتا ہو وہ کبیرہ قرار پائے گا۔ امام سفیان ثوریؒ کے نزدیک حقوق العباد میں کوتاہی کبیرہ اور حقوق اللہ میں کوتاہی صغیرہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے دامن عفو کی وسعت کو دیکھتے ہوئے ہر گناہ چھوٹا ہی ہے۔ مالک بن مغول کا خیال ہے کہ اہل بدعت سے سرزد ہونے والے گناہ کبیرہ ہیں۔ ابن قیمؒ کی رائے ہے کہ جو امور بذات

خود منع ہوں وہ کبیرہ ہیں اور جن سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی برائی کا ذریعہ بنتے ہوں وہ صغائر ہیں۔علامہ حلیمیؒ اور ہمارے اکابر دیو بند میں حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ صغائر کا بھی تکرار کے ساتھ ارتکاب ان کو کبائر بنادیتا ہے۔اور سیدنا حضرت عمرؓ سے بڑا معنی خیز فقرہ نقل کیا گیا ہے کہ جس گناہ کے بعد ندامت واستغفار ہو وہ کبیرہ نہیں اور بظاہر معمولی گناہ جس پر اصرار ہو وہ صغیرہ نہیں: لاکبیرۃ مع استغفار ولاصغیرۃ مع اصرار۔ ابن قیمؒ نے مدارج السالکین میں خوب لکھا ہے کہ جو گناہ بندہ کی نگاہ میں چھوٹا ہو وہ کبیرہ ہے، اور جو گناہ اسے بڑا محسوس ہو اور اس کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہو وہ عند اللہ صغیرہ ہے۔

انما العبد کلما صغرت ذنوبہ عندہ کبرت عنداللہ وکلما کبرت عندہ صغرت عند اللہ۔کبیرہ وصغیرہ کی تعریف کے سلسلہ میں جو اختلاف ہے وہ محض تعبیر کا اختلاف ہے، ورنہ مآل اور روح کے اعتبار سے ان میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے، اور اصل یہی ہے کہ جس گناہ پر لعنت کی گئی ہو، وعید وارد ہو اور عذاب وعتاب کی دھمکی دی گئی ہو وہ اور ان کے درجہ کے دوسرے گناہ جن کا نصوص میں ذکر نہیں سبھی کبائر میں داخل ہیں۔

پھر چونکہ کبائر کے ارتکاب سے نہ صرف آخرت کی پکڑ، بلکہ دنیا میں بہت سے احکام متعلق ہیں، مثلاً مرتکب کبیرہ پر فاسق کا اطلاق ہوتا ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ ہے، فاسق کی شہادت وگواہی معتبر نہیں، فاسق کی روایت محدثین کے یہاں ناقابل اعتبار ہے، بہت سے احکام دینی میں فاسق کی خبر پر اعتبار کرنا درست نہیں ہے۔بعض صورتوں میں فاسق کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔ایسی

مجلسوں میں کسی شدید ضرورت کے بغیر شرکت درست نہیں جہاں امور فسق کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔اور فاسق کا ایسا احترام جائز نہیں کہ جس سے اس کے فسق وفجور کو مزید تقویت پہنچے۔

یہ اور اس طرح کے بیسیوں فقہی مسائل ہیں جو کبیرہ کے ارتکاب اور فسق سے تعلق رکھتے ہیں۔اسی لئے مختلف اہل علم نے ''کبائر'' کے موضوع پر ایسی مستقل تحریریں لکھی ہیں جن میں متعین طور پر کبیرہ گناہوں کو مشخص کیا گیا ہے۔ اصول حدیث کی کتابوں میں مقبول راویوں کے اوصاف اور کتب فقہ میں معتبر گواہوں کی شرطوں کے ذیل میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے۔

انہیں تحریروں میں ایک اہم تحریر امام ذہبیؒ کی ''کتاب الکبائر'' ہے۔امام ذہبیؒ (جو فن حدیث ورجال کی مایہ ناز شخصیتوں میں ہیں اور جن کی کتابیں ''تذکرۃ الحفاظ'' اور ''میزان الاعتدال'' رجال واسناد کی وہ اہم اور معروف کتابیں ہیں جو بعد کو آنے والے اہل قلم کے لئے مرجع وماخذ کا کام دیتی رہی ہیں اور جو اپنے اعتدال وتوازن، انصاف وناطرف داری، مردم شناسی ومردم آگہی اور رجال واسناد کے دقیق فن پر دقیق اور وسیع نگاہ کی وجہ سے حدیث کے ہر طالب علم کے لئے معروف اور فقہ وحدیث کے ہر دبستان وہر مکتب فکر کے لئے قابل قبول ہیں) کی یہ کتاب ان کے عام موضوع سے ہٹ کر خاص اصلاحی موضوع پر ہے اور یقیناً اصلاح نفس اور اصلاح امت ہی دراصل کتاب وسنت کی تعلیمات کا نچوڑ اور دین وشریعت کا عطر اور اس کی روح ہے۔

عام طور پر اصلاح اور ترغیب وترہیب کے موضوع پر جو لوگ قلم اٹھاتے ہیں وہ بہت کم رطب ویابس اور مستند وغیر مستند کا فرق باقی رکھ پاتے ہیں۔لیکن اس کتاب میں جو روایتیں ہیں وہ عموماً فنی اعتبار سے ''حسن'' سے کم درجہ کی نہیں

ہیں، ضعیف روایات بھی ایسی لی گئی ہیں جو فضائل میں قابل قبول ہیں، اور جن راویوں کی ثقاہت پر نہیں بلکہ قوتِ حافظہ پر زبانِ تنقید کھولی گئی ہے۔ بعض ایسی حدیثیں بھی آ گئی ہیں جن کو امام ابن قیم جوزی نے ''موضوعات'' میں جگہ دے رکھی ہے، لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ ابن قیم جوزیؒ کا تشدد اکثر اوقات ان کو جادۂ عدل سے ہٹا دیتا ہے۔ اس لیے وہ بہت کچھ قابل اعتنا نہیں۔

امام ذہبیؒ نے اس کتاب میں ستر (۷۰) کبائر کو جمع کر دیا ہے اور قرآنی آیات واحادیث کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کے ملفوظات اور جابجا عبرت خیز موعظت آمیز واقعات وحکایات بھی ذکر کیے ہیں اور اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات سے متعلق اہم برائیوں کا استیعاب کر لیا ہے اپنی جامعیت، افادیت واہمیت اور استناد واعتبار کے لحاظ سے یہ کتاب یقیناً اسی بات کی مستحق تھی کہ اردو داں اور اردو خواں اس نعمتِ عظمیٰ اور غنیمتِ کبریٰ سے محروم نہ رہیں اور اس کو کروڑوں مسلمانوں کے استفادہ کے لئے اردو کا ''جامہ زیبا'' عطا کیا جائے۔

ہمارے عزیز اور محترم دوست جناب حافظ مولوی محمد عبدالقوی صاحب خطیب مسجد اکبری اکبر باغ حیدرآباد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس طرف توجہ فرمائی، پہلے خود اپنی مسجد میں اس کا ترجمہ سنایا پھر رواں اور سلیس اردو میں اس کا ترجمہ کیا نیز جو بحثیں طویل تھیں ان کی تلخیص کر دی، لیکن اس کا خیال رکھا کہ مصنف کا مقصد ومنشا پوری طرح سامنے آئے۔

راقم الحروف نے مسودہ کا قریب قریب مکمل مطالعہ کیا ہے اور جابجا اصل کتاب سے تقابل بھی کیا ہے۔ اپنے کوتاہ علم کے مطابق درست پایا۔ موصوف نے قوسین میں اپنی طرف سے عبارتیں بڑھا کر کتاب کی نافعیت میں اضافہ کرنے کے علاوہ جابجا روایات کا اپنے زمانے اور اپنے معاشرہ کے حالات پر

انطباق کر کے اس کو زیادہ عبرت آموز بنا دیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ بعض مقامات پر مترجم نے مختصر تشریحی نوٹس حاشیہ پر لکھ دیئے ہیں۔ امید ہے کہ اس طرح کتاب کی افادیت دوچند ہو جائے گی۔

فاضل محترم جو ایک ممتاز دینی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بلند ہمتی، عالی حوصلگی، مخلصانہ جدوجہد اور عالمانہ فہم وفراست کیساتھ گرانقدر اصلاحی اور دعوتی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اور جن کے مواعظ جمعہ اور خطبات دعوتی اسفار سے بہت سے مسلمانوں اور خصوصیت سے نوجوانوں کو بہت نفع پہنچ رہا ہے، کی غالباً یہ پہلی ''تالیفی'' کوشش ہے جو امید ہے کہ اس سلسلہ کی ''سحر اولیں'' ثابت ہوگی اور اس کی ''شامِ آخریں'' دیر اور بہت دیر سے آئیگی تا کہ ان کے قلم کا خورشید زیادہ سے زیادہ نورِ ہدایت بکھیر سکے اور ایک عالم کے لئے درخشندگی وتابانی اور جلوہ سامانی کا ذریعہ بنے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

نیز دعاء ہے کہ خدائے رحمٰن ورحیم اس کتاب کے تمام متعلقین، جن میں یہ کم سواد سطروں کا راقم عصیاں شعار بھی داخل ہے، کو اپنی رحمتِ بے پایاں اور عفوِ بے نہایت میں جگہ دے اور امت کو اس سے نفع پہنچائے۔ واللہ الموفق وهو المستعان وعليه التكلان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

صدر مدرس دار العلوم سبیل السلام۔ حیدرآباد

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

مقدمة المترجم

گناہ خصوصاً کبیرہ گناہ انسان کی روحانی زندگی کے لئے سم قاتل ہے۔ برسوں کی طاعات سے پیدا شدہ نورمنتوں کے بعض گناہوں سے یک لخت زائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے خود قرآن کریم نے جابجا عبرت ناک انداز میں معاصی کے عواقبِ بد کی جانب متوجہ فرمایا ہے۔ کہیں امم سابقہ کے بعض گناہ اور اس پر خدا کی جانب سے نازل شدہ قہر و غضب کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، تو کہیں اس امت کو راست خطاب کر کے ترکِ معصیت کی دعوت دی گئی ہے۔ اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف انداز و اطوار سے امت کو گناہوں سے بچتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''پیاری عائشہ! حقیر (کم درجہ کے) گناہوں سے بھی بچتی رہ'' جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ طاعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ معصیات سے اجتناب واحتراز بھی ایک مومن کے لئے کس قدر لازم وضروری ہے۔

اسی وجہ سے اسلافِ امت نے ہمیشہ اپنے تلامذہ ومریدین کو بڑی تاکید اس سلسلہ میں فرمائی ہے اور خود بھی اس سلسلہ میں غایت درجہ تیقظ وبیداری سے کام لیا ہے۔

گناہوں کا صدور درحقیقت نفسِ سرکش کی تحریک وتحریص کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لئے تزکیۂ نفس وتصفیۂ باطن کو محقق فقہاء نے دیگر فرائض کی طرح فرضِ عین قرار دیا ہے۔ اور اسی واسطے سے ہمارے بزرگانِ دین تعلیم سے فراغت کے بعد

علمائے عاملین وصوفیائے کاملین کی صحبت کا التزام واہتمام فرماتے رہے ہیں۔

لیکن اس زمانے میں عموماً اس اہم مسئلہ سے نادانستہ اور دانستہ تغافل برتا جا رہا ہے، بہت سے اہل دین بھی طاعت وعبادت کی کثرت، نوافل واذکار کی بہتات ہی کو دین کی منتہا ومعراج سمجھ بیٹھے ہیں۔ اسکے نتیجے میں منکرات ومہلکات دن بدن عام ہوتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ مسلم معاشرہ میں طاعات کے انوار وبرکات گناہوں کے گھٹاٹوپ اندھیرے سے مغلوب ہو کر رہ گئے ہیں۔ ادھر اسلام دشمن طاقتوں نے آلاتِ تباہی وبربادی مزید ایجاد کر دیئے ہیں۔ نوجوان طبقہ بڑے مہلک باطنی وروحانی امراض کا شکار ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام کی حالت بھی میں کیا عرض کروں کہ کس قدر قابلِ رحم ہوتی جا رہی ہے۔

حق تعالیٰ ہی رحم وکرم کا معاملہ فرما دیں اور گناہوں کے اس نجس گڑھے سے پوری امت کو نکال دیں تو ہماری حالت درست ہو سکتی ہے، ورنہ حال کے اس آئینہ میں جو مستقبل نظر آ رہا ہے وہ نہایت تاریک ومکروہ ہے۔

اس لئے نہایت ضروری ہے کہ امت کو گناہوں اور ان کے نقصانات سے ہر طرح واقف وباخبر کیا جائے، تاکہ وہ اس کی شناعت وخباثت پر مطلع ہوں۔ اور اس کے ترک واصلاح کی فکر کریں۔ چنانچہ اس عنوان پر متقدمین میں سے کئی ایک نے قلم اٹھایا ہے۔ ان میں سے ایک معروف محدث ومشہور امام حضرت علامہ شمس الدین محمد الذہبیؒ بھی ہیں۔ جن کی ''کتاب الکبائر'' اہل علم کے نزدیک اس عنوان پر نہ صرف یہ کہ موثر ہے بلکہ مستند بھی ہے۔

علامہ موصوف نے ستر گناہوں کو کبیرہ قرار دے کر ایک سو سے زائد آیاتِ قرآنیہ، چھ سو سے زائد احادیثِ نبویہ، جن میں سے بیشتر صحاح کی ہیں، نیز عبرت ناک واقعات وقصص کے ذریعہ ان کی شناعت پر کلام فرمایا ہے۔ اس

نالائق نے چند سال قبل اس کا عربی نسخہ مطبوعہ بیروت ایک دوست کے ذریعہ سعودی عربیہ سے منگوا کر مسجد میں اس کے ترجمہ کے سنانے کا اہتمام کیا تھا۔ اس کے مضامین کی نافعیت اور اثر اندازی کی بناء پر خود مجھے بھی خیال آیا اور بعض احباب خاص نے بھی متوجہ کیا کہ اس کا اردو ترجمہ اگر ہوجائے تو اس کا نفع عام ہوجائے گا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ ترجمہ خصوصاً کتب دینیہ جن میں بکثرت قرآن وحدیث کا استعمال کیا گیا ہو، کے ترجمہ کا کام کس قدر وقت اور وقت طلب ہے، خصوصاً اس نالائق کو تو ادارہ اشرف العلوم اکبر باغ کی انتظامی ذمہ داریاں اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتی تھیں کہ کسی اور کام کی طرف متوجہ ہوسکوں۔ نیز ایک آنکھ کی بینائی دس فی صد کی حد تک گھٹ جانے کے نتیجہ میں پڑھنے لکھنے کے طویل کام سے بھی عاجز ہوں۔ ان سب سے بڑھ کر علمی لیاقت وقابلیت کے اعتبار سے اس نالائق کی عاجزی وتہی دامنی اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

تاہم ہمت کر کے دعاؤں کے سہارے اس کا کام آغاز کردیا تھا۔ حق تعالی کی کریم ورحیم ذات نے بفضلہ اس کی تکمیل بھی کرادی (مترجم بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کرنے میں کس قدر کامیاب ہوسکا اس کا فیصلہ کرنا ناظرین باتوفیق کی عدالت کا کام ہے، البتہ اہل علم سے ادباً ملتجی ہوں کہ جن کوتاہیوں پر وہ مطلع ہوں وہ مجھے متوجہ فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے) سب سے کٹھن مسئلہ کتابت کا تھا، اولاً اردو لکھنے والوں کی ان علاقوں میں قلت، پھر ان قلیل التعداد "کاتبین کرام" کی غالباً فطری کاہلی وغفلت کی وجہ سے یہ کام جس قدر صبر آزما ہوگیا ہے وہ جاننے والے ہی جانتے ہیں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں اچھے اچھوں کی کمر ہمت اسی مرحلہ پر ٹوٹ جاتی ہے۔

بہر حال خدا خدا کر کے اس سے بھی گذرے تو طباعت کا مسئلہ آگیا۔ ادارہ

اپنی عمر کے اعتبار سے صغیر السن ہے مگر اس کے سامنے متعدد اہم کام اور پروگرام پورے شباب کے ساتھ صف بستہ ہیں، مالیہ اس کا متحمل نہیں تھا کہ طباعت کا بیڑا اٹھایا جائے۔ کریم آقا نے جس طرح تمام ہی ضروریات میں ہماری کفالت فرمائی ہے، اس کام میں بھی اسی نے دستگیری فرمائی ہے۔ قصہ یوں ہوا کہ وہ احباب جو اس کی طباعت کے شدت سے منتظر ہیں، ان میں سے ایک صاحب نے اس سلسلہ میں کچھ رقم قرض حسنہ اور دوسرے صاحب نے بقیہ مصارف کا اپنی جانب سے ادارہ کے لئے عطیۂ پیش کش کی۔ چنانچہ اب وقت آیا ہے کہ یہ کتاب طباعت کے لئے پریس کے حوالے کی جارہی ہے۔

آخر میں حضرت المخدوم مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ (پاکستان) کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے غیر معمولی مصروفیات کے باوجود حیدرآباد تا بمبئی کے دوران سفر کتاب دیکھ کر ایک مقدمہ، جو اپنی ذات میں مستقل مضمون ہے، ازراہِ کرم تحریر فرمایا ہے۔

نیز مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی نے بھی اپنی ان مختلف مصروفیات کے باوجود جو ان کے ساتھ مستقلاً لگی ہوئی ہیں، پوری کتاب کو حرف بحرف دیکھا اور اصل کتاب اور ترجمہ کا ذمہ دارانہ تقابل فرما کر اسکے لئے ایک طویل مقدمہ تحریر فرمایا۔

حق تعالی سے عاجزانہ دعاء ہے کہ وہی ان حضرات کو اپنی شایانِ شان جزاء عطا فرمائیں اور مصنف کے درجات بلند فرمائیں۔

مترجم اور تمام ناظرین کو اپنے فضل وکرم سے تمام معاصی سے بچنے کی توفیق ارزانی فرماویں۔ آمین یارب العالمین۔

محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم اکبر باغ حیدرآباد (اے پی) ۳۶

ضروری وضاحت

اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کبیرہ نمبر (۵۳) "محلل اور محلل لہٗ" کا بیان چونکہ خالص فقہی مسئلہ تھا، اور مصنف کے شافعی المسلک ہونے کی وجہ سے اس کی وضاحت فقہ حنفی کی روشنی میں بھی ضروری تھی (کیونکہ ان علاقوں کے بیشتر مسلمان حنفی المسلک ہیں) اس کام کے لئے برادر مکرم و محترم جناب مولانا مفتی حافظ عبدالغنی صاحب مظاہری مدرس مدرسہ فیض العلوم کو زحمت دی گئی۔ چنانچہ اس کا ترجمہ و تشریح مکمل، موصوف زید فضلہ ہی کی ہے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ مترجم

ترجمۃ المصنف

مصنف کا نام محمد بن عثمان قایماز ترکمانی دمشقی اور لقب شمس الدین محمد ہے، آپ زیادہ تر الذہبی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ولادت ۶۷۳ھ میں دمشق میں ہوئی۔ آپ نے تحصیل علم کے لئے مختلف علاقوں کے لمبے لمبے سفر فرمائے اور شام و مصر اور حجاز کے معروف اساتذہ سے علم دین حاصل کیا۔ فن قراءت اور فن حدیث میں بطور خاص مہارت حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ تمام دینی علوم میں خاص مہارت اور کافی درک رکھتے تھے۔ بلا کا حافظہ تھا، آپ کے علمی کمالات کی وجہ سے آپ کے ہمعصروں نے امام الوجود حافظ شیخ الجرح والتعدیل اور رجل الرجال فی کل سبیل، جیسے عظیم خطابات سے سرفراز فرمایا۔

تحصیل علم کے بعد آپ نے بطریق اسلاف اپنا محبوب ترین مشغلہ تصنیف و تدریس بنایا تو آپ کے علم و فضل کا چرچا عالم اسلام میں پھیل گیا، اور خواہش مندان علم و طالبان فضل چہارسمت سے آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔

ایک عرصہ تک دمشق کے متعدد علمی عہدوں پر فائز رہے۔ ۷۴۱ھ میں بصارت سے محرومی کی بناء پر تصنیف و تالیف کا کام بند کر کے مکمل طور پر تدریس ہی میں مشغول ہو گئے اور آخر وقت تک طالبانِ علم و متلاشیانِ حق کی پیاس بجھانے میں منہمک و مصروف رہے۔

بالآخر ۳ر ذی قعدہ ۷۴۸ھ کو اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دمشق میں باب الصغیر کے قبرستان میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ نے اپنے بعد علمی ورثہ اور روحانی ترکہ کے طور پر متعدد عظیم و ضخیم

تصنیفات چھوڑی ہیں جو معروف و متداول ہیں۔ ان میں سے تاریخ الاسلام، تذکرة الحفاظ، السیر النبلا، میزان الاعتدال، المشتبة فی اسماء الرجال، تجرید الاصول فی احادیث الرسولﷺ، وغیرہ کافی معروف ہیں۔

زیر نظر کتاب آپ کی ابتدائی تصنیفات میں سے ہے، جو اپنے عنوان اور اس کی اہمیت کے اعتبار سے عوام و خواص سب ہی کے لئے یکساں طور پر مفید اور تقرب الی اللہ کی راہ میں معاون و مددگار ہے۔

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا

سب سے بڑا کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ "اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کی جائے (مثلاً پتھر، درخت، سورج، چاند، نبی، شیخ، پیر، ستارہ، بادشاہ یا کسی اور چیز کی) چنانچہ یہی وہ شرک اکبر ہے جس کا ذکر اللہ عزوجل نے (قرآن کریم میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ شرک (کرنے والے کو) نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ترجمہ: بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

ایک اور آیت میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ

ترجمہ: جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں۔ بہر حال جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، پھر حالت شرک پر ہی مر گیا تو وہ قطعی جہنمی ہے۔ جس طرح ایک ایماندار حالتِ ایمان پر مر گیا تو وہ قطعی جنتی ہے (اگرچہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے جہنم میں جائیگا)۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم لوگوں کو سب سے بڑا گناہ بتادوں؟'' صحابہؓ نے عرض کیا۔ ضرور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ اس وقت آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اچانک سیدھے بیٹھ گئے، فرمایا: خبردار! جھوٹی بات نہ کہنا، جھوٹی گواہی نہ دینا'' پھر آپ اتنی دیر تک اس لفظ کو دہراتے رہے کہ ہم نے سوچا کاش کہ آپ سکوت فرماتے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔'' ان سات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کو بھی شمار فرمایا۔ (بقیہ چھ چیزیں یہ ہیں: جادوگری، قتل نفس، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جنگ کے میدان سے بھاگنا، مومن و پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ مصنف نے یہ حدیث متعلقہ تمام بابوں میں ذکر کی ہے۔ اختصار کے مدنظر ہم اسے دوسری جگہ ذکر نہیں کریں گے۔ اس لئے اس حدیث کو ذہن نشین کرلیا جائے) اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنا مذہب بدل دیا اسے قتل کردو۔

شرک کی دوسری قسم اعمال میں ریاکاری ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا ۝

ترجمہ: تو جو کوئی شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کا خواہش مند ہے، اسے چاہئے کہ اعمال صالحہ کا اہتمام کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں شرک و ریاکاری نہ کرے۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شرک اصغر سے بچو'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا شرکِ اصغر کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ریاکاری''۔ اللہ تعالیٰ جس دن بندوں کو انکے اعمال کا صلہ دیگا تو (ریاکاروں سے) فرمائیگا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھیں دکھانے کیلئے تم نے اعمال کئے تھے، شاید وہاں تمہیں کچھ بدلہ مل جائے۔''

نیز آپؐ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو وہ عمل میرے شریک کے لئے ہے، میں اس سے بری ہوں۔'' (یعنی اس عمل سے میرا کوئی تعلق نہیں، نہ اس کو میں قبول کروں گا اور نہ اس پر اجر دوں گا۔)

ایک حدیث میں ہے کہ ''بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے لئے بھوکے رہنے کے علاوہ اور کچھ نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کیلئے جاگنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے''۔ یعنی جب ان کے اعمال (نماز روزہ) اللہ کے لئے ہیں ہی نہیں تو ان کا کچھ ثواب بھی نہیں ملے گا۔ (اور جب ثواب نہیں ملے گا تو اس روزہ اور قیامِ لیل سے سوائے بھوکے رہنے اور جاگنے کے کیا ملا؟) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝

ترجمہ: اور انہوں نے جو کچھ اعمال کئے تھے ہم نے انہیں (ان کی ریاکاری کی بدولت) بے حیثیت غبار بنادیا۔

یعنی وہ اعمال جو انہوں نے ہمارے لئے نہیں کئے ہم نے ان کا ثواب ختم کردیا، اور انھیں اس غبار کی طرح بے حیثیت کردیا جو سورج کی شعاع میں اڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ بند کمرے کے اندر کسی سوراخ سے داخل

ہونے والی دھوپ میں گرد کے کچھ ذرات مہین سے اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ اس قدر مہین و بے حیثیت ہوتے ہیں کہ دروازہ کھول دیجئے تو نظر بھی نہیں آتے، حالانکہ موجود ہوتے ہیں۔ دراصل انہیں ذرات کو "ھباء منثورا" کہا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر بلاغت کیسی مناسبت ہے، ریاکار کے اعمال کو اس سے تشبیہ دینے میں، اس کے اعمال گو بظاہر اعمال ہوں لیکن ایسا ہونا بھی کوئی ہونا ہوا جسے نہ تسلیم کیا جائے اور نہ اس پر کوئی ثواب وقرب مرتب ہو۔ بڑے ڈرنے کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ سبھوں کو اخلاص کی دولت عطا فرمائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! نجات کس عمل میں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا (نجات اس میں ہے کہ "تو اللہ کو دھوکہ مت دے" اس نے کہا اللہ کو کیسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "کسی کام کا تجھے اللہ ورسول حکم فرماویں اور تو اس کو کرے، مگر (اللہ کیلئے نہیں) بلکہ غیر اللہ کی خوشنودی کیلئے کرے یہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتا ہے۔"

حاصل یہ ہے کہ آدمی کی نجات کا ذریعہ صرف اس کے وہ اعمال ہیں جنہیں وہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہو۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے دھوکہ نہیں کھاتے اور نہ اسے کوئی دھوکہ دے سکتا ہے، مگر چونکہ اس طرح کے اعمال میں بندہ کی طرف سے اس کی نیت کے اعتبار سے دھوکہ دہی پائی گئی، اس لئے "خداع" سے تعبیر فرمایا۔ (واللہ اعلم)

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: "ریا سے ڈرتا رہ کیونکہ وہ شرک اصغر ہے۔ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا اور کہا جائیگا او ریاکار! او غدار! او نافرمان! او برباد! تیرا عمل ضائع ہوگیا اور تیرا عمل ختم ہوگیا، تیرے لئے ہمارے پاس کوئی ثواب نہیں ہے۔ اے دھوکہ باز! جا

اسی سے اپنا اجر مانگ لے جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا۔

بعض راویوں سے مخلص کی تعریف پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے، جیسے برائیوں کو چھپاتا ہے۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اخلاص کی غایت وانتہا یہ ہے کہ مخلوق کا تعریف کرنا ناگوار ہونے لگے۔ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لیے کسی عمل کا چھوڑنا "ریا" ہے، اور لوگوں کی خاطر کسی عمل کا کرنا شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تجھے ان دونوں برائیوں سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان سے حفاظت فرماویں اور ہمیں معاف فرماویں، آمین۔

صحابہؓ کے زمانے میں خیریت کا مفہوم یہ نہیں تھا جواب ہے۔ اب عرف میں جو مصائب کہلاتے ہیں وہ پہلے نہ تھے بلکہ مصائب معاصی تھے۔ صحابہؓ جب ایک دوسرے سے خیریت معلوم کرتے تھے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طریقہ پر چھوڑ گئے تھے وہ باقی ہے یا نہیں۔

از ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

ناحق کسی کو قتل کرنا

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

ترجمہ: اور جو کوئی جان بوجھ کر (ناحق) قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور وہ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والی سے پوچھا جائے گا (کہ) تو کس جرم کے بدلہ قتل کی گئی؟

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''تیرا اللہ کے ساتھ شرک کرنا (سب سے بڑا گناہ ہے) حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے''۔ اس شخص نے عرض کیا اس کے بعد (سب سے بڑا گناہ) کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''تیرا اپنے بچہ کو روزی کے خوف سے قتل کر دینا۔ اس شخص نے عرض کیا اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

پھر آپ کی اس بات کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ

اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ○

ترجمہ: اور (رحمن کے خاص بندے وہ ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے اور نہ کسی کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے باہر بھڑ پڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں''۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! قاتل کا انجام جہنم ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ تو ارشاد فرمایا: اس لئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا'' (یہ اور بات ہے کہ اس کے غالب آ جانے کی بنا پر موقع پا نہ سکا۔ یا اس کا وار رائیگاں گیا)۔

ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جب کہ دونوں کسی عہدہ کی طلب میں یا عداوت باہمی کی وجہ سے یا کسی اور دنیوی مقصد سے لڑ رہے ہوں، لیکن اپنی حفاظت یا اپنے مال یا اپنی بیوی کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہوں یا پھر باغیوں سے بطریق شرع قتال کر رہے ہوں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ ہوگا''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''ایک مومن کا قتل کیا جانا اللہ کے نزدیک پوری دنیا کے زوال سے بڑھ کر ہے''۔

ایک جگہ ارشاد ہے: ''بندہ اپنے مذہب کے دائرے میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس نے ناحق خون نہیں کیا''۔ (مطلب یہ ہے کہ ناحق خون اسے مذہب سے خارج کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم)۔

ایک اور موقع پر فرمایا کہ ''جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کر دیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ جب کہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے

محسوس ہوتی ہے"۔

نیز ارشاد ہے کہ "جس کسی شخص نے کسی مسلمان کے قتل پر آدھے لفظ سے بھی مدد کی تو وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کی پیشانی پر "آئس من رحمة الله" (یعنی اللہ کی رحمت وعنایت سے مایوس) لکھا ہوا ہوگا۔

اور حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تمام گناہوں کو حق تعالیٰ امید ہے کہ معاف فرمادیں گے سوائے اس کے کہ کوئی آدمی حالتِ کفر پر مرجائے، یا اس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا ہو"۔ (یعنی ان دو گناہوں کی بخشش نہ ہوگی)۔ البتہ اگر حد جاری کی گئی یا اس نے سچی توبہ کرلی تو اور بات ہے)۔

یہ کتبہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خلوت گاہ میں لگا ہوا تھا

(۱) دنیا کے لئے اتنی محنت کر جتنا تجھے یہاں رہنا ہے۔
(۲) آخرت کے لئے اتنی محنت کر جتنا تجھے وہاں رہنا ہے۔
(۳) اللہ کی رضا کیلئے اتنی کوشش کر جتنا تو اس کا محتاج ہے۔
(۴) گناہ اتنا کر جتنا تجھ میں عذاب سہنے کی طاقت ہے۔
(۵) صرف اسی ذات سے مانگ جو کسی کا محتاج نہ ہو۔

جادوگری

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔

ترجمہ: اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا اور لوگوں کو جادو سکھایا۔

ظاہر ہے کہ شیطان ملعون کی انسانوں کو جادو کی تعلیم دینے سے اس کے علاوہ اور کیا غرض ہوسکتی ہے کہ وہ جادوگری کے ذریعہ ان سے شرک کروائے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ہاروت وماروت کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: اور وہ لوگ کسی کو اس وقت تک سحر (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ ان سے یہ نہیں کہہ لیتے تھے کہ ہم تو بس آزمائش ہیں، تو تم کافر نہ بن جانا۔ اور وہ لوگ ان سے وہ علوم سیکھتے تھے جس کے ذریعے زوجین کے درمیان جدائی ڈلوادیں حالانکہ وہ بغیر حکم خداوندی کے کچھ نہیں کرسکتے تھے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے گمراہ لوگ جادوگری میں پھنسے ہوئے ہیں، بعض اس کو صرف حرام سمجھتے ہیں، انہیں پتہ ہی نہیں کہ یہ کفر ہے۔ چنانچہ کوئی کیمیا گری میں لگا ہوا ہے، حالانکہ یہ محض جادو ہے۔ کوئی مردوں عورتوں کے مابین محبت یا عداوت ڈالنے میں لگا ہوا ہے، اس کے علاوہ ایسی ہی مختلف شکلیں

ہیں جو ایسے مجہول عملیات کے ذریعہ کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر شرک ہیں۔

جادوگری کی سزا قتل ہے کیونکہ اس نے کفر کیا ہے یا کفر سے قریب تر تو ہو ہی گیا، حدیث "سبع موبقات" (سات ہلاک کرنے والی چیزیں) میں جادوگری کا بھی ذکر ہے، اس لئے بندہ کو چاہئے کہ اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے اور ایسے اعمال میں نہ لگے جن سے دنیا و آخرت کا خسران و نقصان ہے۔ بجالۃ بن عبدہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے وفات سے ایک سال قبل انہیں لکھا تھا کہ تمام جادوگروں اور جادوگرنیوں کو قتل کر دیا جائے۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتب (سماویہ) میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں، میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، جادو کرنے اور کرانے والے کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شراب کا عادی، رشتہ قطع کرنے والا اور سحر کی تصدیق کرنے والا، یہ تینوں شخص جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔"

نیز حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "رقی، تمائم اور توِلَہ شرک ہیں"۔

تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور وہ خاص قسم کی ڈوریاں یا ڈبیاں ہیں جنہیں جاہل لوگ نظر بد (دور) ہونے کے عقیدے سے اپنے بچوں کے اور جانوروں کے گلے میں ڈال دیتے ہیں، یہ جاہلیت کے افعال میں سے ہے۔ (اس قسم کی چیزوں سے بشرطیکہ وہ خلافِ شرع یا مشرکانہ طریق پر ہو، شفا کا عقیدہ رکھنا شرک ہے)۔ تولہ سحر کی ایک قسم ہے جسکے ذریعہ زن و شوہر میں محبت پیدا کی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک شرک ہے، کیونکہ اس پر اعتقاد رکھنے والا یقیناً اس بات

کا قائل ہے کہ بعض چیزیں مقدراتِ خداوندی کے خلاف بھی اثر رکھتی ہیں۔

البتہ (ابوسلمان) خطابیؒ فرماتے ہیں کہ رُقی یعنی جھاڑ پھونک اگر آیاتِ قرآنیہ یا اسمائے الٰہیہ (یا اور کسی جائز کلمات) کے ذریعے ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کرامؓ کو ان کلمات سے جھاڑا کرتے تھے:

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

(احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ اس زمانے میں تعویذ گنڈوں کے معاملہ میں عوام تو حد اعتدال سے بہت دور بلکہ ذہنی طور پر غیر اللہ کے متصرف ہونے کے مشرکانہ عقیدہ سے قریب ہیں ہی، لیکن تجربہ یہ ہے کہ خواص میں بھی کم لوگ حدود شرعیہ کا احترام کر پاتے ہیں۔ پھر بعض لوگ ضعفِ عقیدہ کے مریض ہوتے ہیں، تو اگر ایک آدھ مرتبہ کسی کام کو ان عملیات کے ذریعہ بنتا ہوا دیکھ لیتے ہیں تو سب کچھ چھوڑ کے اسی میں لگے نظر آتے ہیں، اسی لئے اپنے بزرگوں کو خواہ بہ طریق جائز ہی کیوں نہ ہو اس سے اجتناب کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اسکے لئے حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا رسالہ "النفی فی احکام الرقی" کا مطالعہ نہایت معلومات افزا ہے۔

حضرت کی تفصیل کا خلاصہ خود حضرت کے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر شرائط مجتمع اور مقاصد مرتفع ہوں تو عملیات کے کرنے میں کوئی حرج نہیں، نیز بہشتی زیور حصہ نہم میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

بعض حضرات یہ کام نہایت مخلصانہ طور پر کرتے ہیں اور ان کی نیت پریشان حال مسلمانوں کی اعانت و امداد کی ہوتی ہے۔ ایسے حضرات سے بھی ادباً گذارش ہے کہ وہ آنے والے مریضوں کو دین کی پابندی کی سختی سے تاکید کریں

مثلاً یہ کہیں کہ بے نمازی کو کوئی عمل نفع نہیں دیتا، نماز پابندی سے پڑھا کریں، اللہ سے گڑگڑا کے مانگو، پچھلی شب میں دعا، کرو، بغیر ان کی مرضی کے کچھ نہیں ہوتا وغیرہ جیسے کلمات سے مریضوں کے ذہنوں کو رب العلمین کی قدرتِ مطلق کی طرف منتقل کریں۔ و التوفیق بید اللہ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔

حکمت کی باتیں

☆ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں:

(۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار پرسی کرنا (۳) جنازے کے ساتھ جانا (۴) کھانے کی دعوت قبول کرنا (۵) چھینک کا جواب دینا۔

☆ دنیا کی کوئی چیز تیرے پاس نہ ہو لیکن یہ چار چیزیں ہوں تو تجھے کچھ ضرر نہیں:

(۱) راست گفتاری (۲) حفظِ امانت

(۳) خوش خلقی (۴) غذائے حلال۔

آدمی کے دوست تین ہیں

ایک تو قبضِ روح تک ساتھ دیتا ہے، دوسرا قبر تک ساتھ دیتا ہے اور تیسرا قیامت تک ساتھ دیتا ہے۔

قبضِ روح تک کا ساتھی مال ہے، قبر تک کے ساتھی اس کے گھر والے ہیں اور قیامت تک کے ساتھی اس کے اعمال ہیں۔

نماز نہ پڑھنا

ارشادِ خداوندی ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا○

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور خواہشات کے پیرو ہو گئے، سو عنقریب وہ غیّ میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز ضائع کرنے سے یہاں کلیتاً ترک کر دینا اور نہ پڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ وقت نکل جانے کے بعد پڑھنا مراد ہے۔

امام التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مثلاً ظہر میں اتنی تاخیر کرے کہ عصر کا وقت ہو جائے اور عصر میں اتنی تاخیر کرے کہ مغرب کا وقت ہو جائے۔ اسی طرح ہر نماز کا حال ہو تو جس کسی شخص نے اس طرح کی عادت بنالی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے غیّ کا وعدہ فرمایا ہے، اور غیّ جہنم کی ایک نہایت ہی گہری اور گندی وادی کا نام ہے۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (سورہ ماعون کی آیت اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ کی تفسیر کے بارے میں) پوچھا کہ وہ کون سے نمازی مراد ہیں تو فرمایا: ''جو لوگ نمازوں کو قضا کر کے پڑھیں''۔ ان کا نام تو نمازی رکھا، لیکن ان کے نماز کے ساتھ تہاون اور لاپرواہی برتنے کی سزا میں ان کے لئے ویل یعنی شدتِ عذاب کی وعید سنائی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ویل جہنم میں ایک وادی ہے کہ اگر اس میں

دنیا کے تمام پہاڑ ڈال دیے جائیں تو اس کی شدتِ حرارت سے پگھل جائیں۔ یہ ٹھکانہ ہے ہر اس شخص کا جو نماز سے بے پرواہی برتے اور قضاء کرے۔ ایک اور آیت میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

یَـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری اولاد اور تمہارے اموال تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں، اور جو کوئی ایسا کریں گے وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

(حضرات) مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد پنج وقتہ نمازیں ہیں چنانچہ جس شخص کو اس کے مال یا اولاد یا خرید و فروخت یا گھریلو کام یا جائداد اور جاگیر وغیرہ کی مصروفیتوں نے نماز کو وقت پر ادا کرنے سے روکے رکھا وہ خاسرین (دارین میں نقصان اٹھانے والوں) میں سے ہے۔ اسی طرح سے حدیث میں بھی ہے کہ "قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نمازوں کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ ٹھیک نکل گئیں تو فلاح پائے گا اور کامیاب ہو جائے گا، اور اگر وہ ناقص رہ گئیں تو برباد ہوگا اور نقصان اٹھائے گا۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے اور کفار کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، تو جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔"

ایک اور حدیث میں ہے: "بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔" نیز صحیح بخاری میں ہے کہ "جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی اسکے سارے دن کے اعمال ضائع ہوگئے۔"

اور آپ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ ایمان لا کر نماز قائم نہ کرلیں اور زکوٰۃ نہ دینے لگیں۔ جب وہ

ایسا کرنے لگیں گے تو میری طرف سے انکی جانیں اور مال محفوظ ہیں (بجز حق اسلام کے) اور ان (کے بقیہ اعمال) کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اسلام میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا" پھر آپؐ نے فرمایا: "جس نے نماز چھوڑ دی وہ بے دین ہے، نماز دین کا ستون ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ "بے نمازی قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی:

پہلی سطر: اے اللہ کا حق ضائع کرنے والے۔

دوسری سطر: اے اللہ کے غصہ کے مستحق۔

تیسری سطر: جس طرح تو نے دنیا میں اللہ کا حق ضائع کیا آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجا۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "ایک شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسکو دوزخ میں ڈال دو، وہ پوچھے گا، الٰہی ایسا کیوں؟ ارشاد ہوگا کہ نمازیں قضا کرنے کی وجہ سے۔"

روایت ہے کہ ایک دن مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! ہم میں سے کسی کو بدبخت اور محروم نہ بنا" پھر صحابہ کرامؓ سے پوچھا "تم جانتے ہو شقی محروم کون ہے؟" انہوں نے عرض کیا کون ہے یارسول اللہ؟ فرمایا "نماز چھوڑنے والا"۔

عبداللہ بن شقیق تابعی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ نیز حضرت علیؓ سے ایک ایسی عورت کے بارے میں استفسار کیا گیا جو نماز نہیں پڑھتی تھی تو آپؓ نے فرمایا کہ جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ بے دین ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دی تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے۔

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ نماز قضا کرنا و قتل مومن ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ عون بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آدمی سے قبر میں سب سے پہلے نماز پوچھی جاتی ہے، اگر وہ صحیح اور پوری نکل گئیں تو اس کو مہلت ہے ورنہ کسی عمل میں اس کے ساتھ رعایت و مہلت کا معاملہ نہ کیا جائے گا۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ نمازوں کا ضائع کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے دیگر اعمالِ صالحہ و افعالِ حسنہ کی پرواہ نہیں کریگا'' یعنی ترکِ صلوٰۃ وہ جرم ہے کہ جس کی سزا بہر حال ملے گی اور بہت سارے دیگر اعمال کے ہوتے ہوئے بھی وہ نمازوں کے حساب سے نہ بچ سکے گا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ ''قیامت کے دن آدمی سے سب سے قبل نمازوں کا حساب ہوگا۔ اگر اس میں نقص و کمی نکلی تو خائب و خاسر ہوگا'' (جس کا مطلب یہی ہے کہ نمازوں کا ضائع کرنے والا سخت گرفت و پکڑ میں ہے چاہے دوسری طرح کے حسنات و صالحات کا بہت بڑا ذخیرہ لے گیا ہو۔ واللعلم عنداللہ)

ہم اللہ ہی سے توفیق و اعانت طلب کرتے ہیں بے شک وہ بڑا جواد و کریم

اور ارحم الراحمین ہے۔

بچہ کو نماز کا کب حکم دیا جائے

ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بچوں کو نماز کا سات برس کی عمر سے حکم کرنے لگو، پھر وہ دس برس کے ہو جائیں تو نماز کے سلسلے میں ان کی پٹائی کرو۔ (یعنی کوتاہی کرنے اور نہ پڑھنے پر ان کی ہلکی سی پٹائی بھی کی جائے۔ علماء نے وضاحت کی ہے کہ بالسواک یعنی یہ پٹائی جس کا امر فرمایا گیا سخت نہ ہو، بلکہ مسواک سے ہو یا کسی اور طرح بہر حال ہلکی سے ہو۔ بعض حضرات تو اس حدیث کی بناء پر معصوموں کی بے تحاشہ پٹائی کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں اور بعض اپنے بچوں کی نماز کی کوئی پرواہ نہیں کرتے ہیں، بہر حال اولاد کو نمازوں کی خاص فکر ہونی چاہئے اور بطریق اعتدال اصلاح کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے)۔

امام ابوسلیمان خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بچہ اگر اس حال میں بالغ ہو کہ وہ نمازی نہیں ہے تو اسکے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں ان ہدایات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ (دس سال کے بعد) ''بچوں کے بچھونے الگ کردو'' (ظاہر یہ ہے کہ بہنوں اور بھائیوں کو علیحدہ علیحدہ سلایا جائے اور بعضوں نے عموم پر محمول کیا ہے کہ بھائیوں کو بھی الگ الگ اور بہنوں کو بھی الگ الگ سلایا جائے۔ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم ہدایات میں سے ایک ہے جس میں خصوصاً ہمارے زمانے کے لحاظ سے بہت سی اخلاقی مصلحتیں پوشیدہ ہیں جو اہل فہم سے مخفی نہیں، لیکن اس ہدایت مبارک پر اچھے اچھے دینداروں کے

یہاں بھی عمل نہیں، حق تعالیٰ توفیق اتباع نصیب فرمادیں)۔

فائدہ: بعض شوافع نے حدیث مذکور سے احتجاج واستدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بلوغ کے بعد قصداً نماز ترک کرنے والے کا قتل واجب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب نابالغ کو (نماز چھوڑنے پر) ضرب کا حکم دیا گیا ہے تو یقیناً بالغ کو اس پر اس سے شدید وبلیغ سزا ملنی چاہئے۔ اور ظاہر ہے کہ ''ضرب'' سے اشد ''قتل'' ہی ہے۔ لیکن تارکِ نماز کی سزا کے بارے میں حضرات فقہاء میں اختلاف ہے، چنانچہ امام مالک، امام شافعی، امام محمد کا مسلک یہ ہے کہ اسے گردن پر تلوار مار کر قتل کردیا جائے (لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قتل تو نہیں کیا جائے گا، البتہ اسے قید کردیا جائے گا جب تک کہ نماز ادا نہ کرے۔ پھر جب نماز پڑھ لے تو چھوڑ دیا جائے گا)۔

پھر اس کی سزا کی تجویز کے بعد اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ مسلم شمار ہوگا یا کافر؟ چنانچہ ابراہیم نخعیؒ، ایوب سختیانیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق راہویہ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہے اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہمارے اور کفار کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز کا ہے تو جس نے نماز ترک کردی، اس نے کفر کیا'' (لیکن حنفیہ کے نزدیک اس کی تکفیر صحیح نہیں ہے۔ انھیں اس قسم کی حدیثوں میں کلام ہے، وہ فرماتے ہیں کہ تارکِ صلوٰۃ کی تکفیر تو نہ کی جائے گی، البتہ اس کو فاسق وفاجر اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب کہا جاسکتا ہے)۔

حکایت نمبر ایک: روایات میں آتا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی، اس نے کہا اے موسیٰ! میں نے ایک زبردست گناہ کیا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں اور میری توبہ

قبول فرمادیں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آخر کون سا گناہ تو نے کیا ہے؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ مجھ سے زنا ہوگیا، پھر جب لڑکا پیدا ہوا تو میں نے (مارے ڈر کے) اس کو بھی قتل کردیا۔ حضرت موسیٰ خفا ہوگئے اور فرمایا دور ہوجا، مجھے ڈر ہے کہ تیرے گناہ کی نحوست کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم سبھوں پر ہو جائے۔ وہ نہایت دل برداشتہ اور مایوس التوبہ ہوکر چلی گئی۔ ادھر حضرت جبرئیل تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''اے موسیٰ! تم نے ایک توبہ کرنے والی عورت کو کیوں لوٹا دیا، کیا تمہارے نزدیک اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں؟ انہوں نے کہا (زانی وقاتل) سے بڑا کوئی گنہ گار ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا۔''

حکایت نمبر دو: حکایت ہے کہ ایک شخص اپنی بہن کی تدفین میں مشغول تھا کہ اس کی پاکٹ قبر میں گرگئی۔ اس وقت تو احساس نہیں ہوا، البتہ بعد میں یاد آیا چونکہ اس میں زیادہ رقم تھی اسلئے وہ سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد قبرستان گیا اور بہن کی قبر کو ایک طرف سے کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ قبر میں نعش شعلہ پوش ہے۔ اس نے فوراً قبر پر مٹی ڈالی اور روتا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچ کر پوچھنے لگا کہ اماں! میری بہن کے حالات کیا تھے؟ مجھے بتلایئے۔ ماں نے کہا آخر اس سوال کی وجہ؟ اس نے قصہ سنایا۔ اس کی ماں رونے لگی اور اس نے کہا اور تو کچھ نہیں البتہ نمازوں میں سستی کرتی اور انہیں قضا کردیتی تھی۔ (اللہ اکبر) یہ سزا ہے اس شخص کی جو نمازوں میں سستی کرے، اور جو سرے سے نمازیں پڑھے ہی نہیں، اس کا کیا حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ نمازوں کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں ہماری خاص مدد فرمائے۔ آمین

(اس قسم کے واقعات میں اس زمانے کے تعلیم یافتہ طبقہ کو تامل ہوتا ہے

اور اسے خلاف قیاس وعقل تصور کر کے انکار کر بیٹھتے ہیں حالانکہ ان کا وقوع مستبعد نہیں، حق تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور ہے کہ انسانوں کی غفلت دور کرنے اور ان میں بیداری کی روح پھونکنے کے لئے عذاب قبر اور عقوبت اعمال سیہ کے سلسلہ میں اس قسم کے واقعات کو رونما فرما دیتے ہیں، جن کا اس نے قرآن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسانی سمجھ وشعور اور عقل سے نہایت اونچی ہیں)۔

فتنوں کی آمد

عن اسامة بن زيد قال اشرف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی اطم من أطام المدينة فقال هل ترون ما اری فقالوا لا، قال فانی لا ری الفتن تقع خلال بيوتكم كرقع المطر (مشکوۃ شریف کتاب الفتن الفصل الاول)

ترجمہ: حضرت اسامہؓ بن زید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی پر چڑھے پھر فرمایا کیا تمہیں بھی دکھائی دے رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا نہیں! آپؐ نے فرمایا مجھے نظر آ رہا ہے کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح سے برس رہے ہیں جیسے مینہ برستا ہے۔

زکوۃ نہ دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کے فضل سے دیئے ہوئے مال میں بخل کر رہے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے، بلکہ وہ ان کے لئے برا ہی ہے، عنقریب وہ (ساز وسامان) طوق بنا کر قیامت کے دن ان کے عمل کی پاداش میں ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک اور جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی جوڑ رہے ہیں اور اس کی زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، جس دن اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر ان کے چہروں، بازوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائیگا (اور کہا جائے گا) اپنے لئے جمع کئے ہوئے خزانہ کا مزہ چکھو۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ زکوۃ نہ دینے والوں کی اس سزا میں صرف چہرہ، بازو اور پیٹھ کو بخصوص اس لئے کیا جائے گا کہ بخیل مالدار جب فقیر کو دیکھتا

ہے تو سب سے پہلے اس کا چہرہ اور پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور وہ اپنے بازو سے اعراض کرتا ہے، پھر جب وہ قریب آتا ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تو قیامت میں انہیں اعضاء کو داغا جائیگا تاکہ وہ سزا جنس عمل کے موافق ہو جائے۔

حدیث پاک میں ہے: ”جہنم میں سب سے پہلے یہ تین آدمی داخل ہونگے: (۱) ظالم حکمران (۲) وہ شخص جس نے اپنے مال سے اللہ کا حق (زکوۃ) نہیں نکالا (۳) متکبر فقیر۔“

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوۃ نہیں ادا کی تو قیامت میں وہ مال ایک زبردست اژدہے کی شکل میں بنا دیا جائے گا، اس کے دو جبڑے ہوں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے مالک کو دو جبڑوں کے درمیان دبالے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں اور میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔“

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”پانچ (اعمال) کے پانچ (بدلے) ہیں۔“ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی چیزیں ہیں؟ فرمایا ”جو قوم عہد توڑنے لگے گی تو اللہ ان پر ان کے دشمن کو (حاکم بنا کر) مسلط کردے گا، جب لوگ قرآن کے خلاف فیصلے کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر غربت وافلاس نازل کردے گا، اور جب ان کے درمیان بدکاری عام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ موت کی کثرت کو پھیلا دے گا، اور جب ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ خشک سالی میں مبتلا کردے گا، اور اگر زکوۃ دینا چھوڑ دیں گے تو ان سے بارش روک لی جائے گی۔

حکایت: محمد بن یوسف فریابیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابوسنانؒ کی ملاقات کے لئے گیا، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں

نے فرمایا کہ چلو ہمارے پڑوسی کے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس سے مل لیں اور تعزیت کرلیں، چنانچہ ہم لوگ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ شخص اپنے بھائی پر نہایت غمگین تھا اور بہت زیادہ رو رہا تھا۔ ہم لوگ اسکے قریب بیٹھ کر تسلی کی باتیں کرنے لگے، وہ ہماری باتیں سنتا ہی نہیں تھا مسلسل روتا چلا جارہا تھا تو ہم نے کہا کہ بھائی تجھے نہیں معلوم کہ موت ایسی حقیقت ہے کہ اس سے سبھی کو دوچار ہونا ہے، اس نے کہا کہ خوب معلوم ہے لیکن میں تو اپنے بھائی کے اس عذاب پر رو رہا ہوں جو صبح وشام اس کے جسم پر ہو رہا ہے۔

ہم نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے غیب پر مطلع کردیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! بلکہ قصہ یوں ہے کہ جب میں اپنے بھائی کو دفن کر چکا اور قبر پر مٹی برابر کردی گئی اور لوگ سب واپس ہوئے تو میں وہیں کنارے پر نہایت غمگین بیٹھ گیا، اچانک قبر میں سے ایک آواز آئی، ہائے! مجھے عذاب بھگتنے کے لئے تنہا چھوڑ گئے ہو؟ ہائے! میں نماز پڑھا کرتا تھا روزے رکھا کرتا تھا۔ بھائی کی اس آواز نے مجھے رلا دیا اور میں نے بے تاب ہو کر آہستہ سے اس کی قبر کو کھودا تو دیکھا کہ آگ بھری ہوئی ہے اور اس کے گلے میں ایک طوق پڑا ہوا ہے، میں نے بھائی کی محبت میں اپنے ہاتھ کو آگے بڑھایا کہ طوق اس کے گلے سے نکال دوں تو آگ سے میری انگلیاں اور ہاتھ جل گیا۔ اس شخص نے کپڑے کے اندر سے ہاتھ نکال کر ہمیں دکھلایا تو وہ نہایت جلا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ پھر میں نے مٹی بھردی اور لوٹ گیا (بھلا بتاؤ؟) اس سانحہ عظیمہ پر میں نہیں روؤں گا اور افسوس نہیں کروں گا؟۔

ہم نے پوچھا کہ تیرا بھائی آخر دنیا میں کون سا عمل کرتا تھا؟ اس نے کہا (سب ٹھیک تھا) لیکن اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیا کرتا تھا، ہم نے کہا کہ یہ واقعہ

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تشریح ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے اپنے فضل سے دیئے ہوئے مالوں میں بخل کر رہے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کیلئے خیر ہے بلکہ محض برا ہے، عنقریب قیامت کے دن وہ طوق بنا کر انکے بخل کی وجہ سے انکے گلے میں ڈال دیا جائیگا۔

پھر ہم یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوذرؓ کے پاس گئے اور سارا قصہ سنا کر عرض کیا کہ (حضرت!) یہود و نصاریٰ بھی تو مرتے ہیں لیکن ایسے واقعات رونما نہیں ہوتے؟ انہوں نے فرمایا کہ (بات اصل یہ ہے کہ) وہ لوگ یقیناً جہنمی ہیں مگر اللہ تعالیٰ تم پر تمہاری عبرت و نصیحت کے لئے اہل ایمان کے حالات کا انکشاف (وقتاً فوقتاً) فرماتا رہتا ہے:

فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ٥

ترجمہ: تو جس نے عبرت حاصل کر لی اس کا بھلا ہے، اور جس نے قصداً اعراض کیا اس کا وبال اسی کے سر پر ہے۔ بہر حال اللہ تو اپنے بندوں پر ظالم ہرگز نہیں۔

بنا کسی عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنا

ارشادِ خداوندی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے قبل امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم صاحب تقویٰ بن سکو۔ چند دن کی بات ہے، پھر بھی تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا سفر میں ہو (تو اسے اس بات کی اجازت ہے کہ) وہ بعد میں ان کو قضا کر لے۔

صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) اللہ کے ایک ہونے اور حضرت محمدؐ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دینا۔ (۲) نماز پڑھنا (۳) روزہ رکھنا۔ (۴) زکوٰۃ دینا۔ (۵) حج کرنا۔“

ایک حدیث میں ہے کہ ”جس شخص نے رمضان المبارک میں بلا عذر (شرعی) روزہ توڑ دیا (یا نہیں رکھا) تو اگر وہ اس کے عوض زندگی بھر روزہ رکھے تب بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی“۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اسلام کی اصل اور اس کی مضبوط کڑی تین چیزیں ہیں، کلمہ شہادت، نماز اور رمضان کے روزے۔ اس لئے جو کوئی شخص انہیں ترک کر دے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

نعوذ باللہ من ذالک۔

قدرت کے باوجود حج نہ کرنا

اللہ پاک کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔

ترجمہ: اور ان لوگوں پر اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے پر مقدرت رکھتے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس قدر زادِ راہ اور راحلہ کا مالک ہو جائے کہ مکہ مکرمہ تک پہنچ کر حج کر سکے پھر وہ حج نہ کرے تو اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی"۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ میں ان شہروں میں کچھ لوگوں کو بھیجوں کہ وہ ان لوگوں کو تلاش کر کے جو باوجود استطاعت کے حج نہیں کر رہے ہیں ان پر ٹیکس لگا دیں کیوں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میرا ایک مالدار پڑوسی (حج پر قادر تھا) بغیر حج کئے مر گیا تو میں نے اس کی نماز نہیں پڑھی۔ (ابھی اللہ کے بہت سے بندے اس عظیم فریضہ کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اس نعمت عظمیٰ کے حصول کیلئے قابل بنایا ہے، مختلف قسم کے بہانے و حیلے نکال رکھے ہیں حالانکہ یہ شدید ترین وعیدیں نہ بھی ہوتیں تب بھی محض اس بارگاہِ عظمت و جلال میں حاضری کی سعادت اس قدر اونچی ہے کہ آدمی اس کیلئے بے چین و مضطرب رہے، اہلِ استطاعت کو اس جانب فوراً توجہ کرنا اور تکمیل فریضہ کی سعی میں لگ جانا چاہئے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے وعدوں اور وعیدوں کا ایسا یقین نصیب فرمائیں جیسا کہ مقدس جماعتِ صحابہ کو ملا تھا۔ آمین)۔

والدین کی نافرمانی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝

ترجمہ: اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کیا ہے کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تم انہیں اف نہ کہو، نہ انہیں جھڑکو، اور ان سے نرم گفتگو کرو اور اپنے بازوؤں کو عاجزی کے ساتھ انکے لئے جھکا دو، اور یوں کہو، اے ہمارے پروردگار! ان پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری نگہداشت و تربیت کی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بچپن میں جب تمہاری ذات سے انہیں تکلیفیں پہنچتی تھیں تو وہ نہایت شوق سے جھیلتے ہوئے تمہارے لئے درازیٔ عمر کے دعاء گو رہے، برخلاف اسکے اب بڑھاپے کی وجہ سے جب تمہیں ان سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم ناک بھوں چڑھاتے ہوئے آرزو کرتے ہو کہ یہ بڈھے مر جاتے تو اچھا ہوتا۔ (کس قدر افسوس کی بات ہے)۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ، إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝

ترجمہ: میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا بھی (کیونکہ تم سب کو) میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ آپ پر رحم نازل فرمائیں۔ دیکھئے تو سہی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح والدین کی شکر گذاری کو اپنے شکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں تین آیتیں تین باتوں کے ساتھ اس طرح ملی ہوئی نازل ہوئی ہیں کہ ان میں کا ایک دوسرے کے بغیر ناقابل قبول ہے، وہ تین آیتیں یہ ہیں:

(۱) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (۲) اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (۳) اَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ۔

چنانچہ اگر کوئی شخص اللہ کی اطاعت کرے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانے، اسی طرح نماز تو پڑھے مگر زکوٰۃ نہ دے اور اللہ کا تو شکر گذار ہو مگر والدین کی ناشکری کرے تو وہ اعمال بھی قبول نہ ہوں گے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”اللہ کی خوشی والدین کی خوشی میں اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا کہ آپؐ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کرے تو آپ نے اس سے پوچھا ”کیا تمہارے والدین حیات ہیں“ اس نے عرض کیا، ہاں! آپؐ نے فرمایا ”تو ان (کی خدمت و دیکھ بھال) میں ہی جہاد (کوشش وسعی) کر۔ (ممکن ہے کہ اسوقت جہاد میں جانے کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو اور دوسری طرف اسکے والدین کی دیکھ بھال و نگہداشت کے لئے کوئی اور نہ ہو)۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ

”تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ بتادوں؟ پھر ارشاد فرمایا ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی وحق تلفی کرنا“ دیکھئے کس طرح والدین کی نافرمانی کی برائی کو شرک کی برائی کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔

صحیحین میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”والدین کا نافرمان، احسان جتلانے والا اور کثرت سے شراب پینے والا (بغیر سزا بھگتے) جنت میں داخل نہیں ہوسکتا“

نیز آپؐ نے یہ بددعاء فرمائی ہے ”اللہ والدین کی حق تلفی کرنے والے پر لعنت فرمائے“ اور یہ کہ ”اللہ لعنت فرمائے باپ کو گالی دینے والے پر، اللہ لعنت فرمائے ماں کو گالی دینے والے پر۔“

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کی سزا کو اکثر قیامت تک معاف فرماتے ہیں مگر سوائے والدین کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا کے لئے جلدی فرماتے ہیں، یعنی جلدی دنیا میں والدین کے نافرمان کو اپنے کئے کا نتیجہ دیکھ لینا پڑے گا۔ (البتہ اگر اس نے معافی تلافی کرلی، صدق دل سے، تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائیں گے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت اس جانب مشیر ہے۔ ”تمہارا رب تمہارے قلوب کی کیفیت کو خوب جانتا ہے اگر تم واقعی مخلص ہوگے اپنی توبہ میں تو وہ عاجزی کے ساتھ گڑگڑانے والے کے حق میں بڑی بخشنے والی ذات ہے۔“ (مفہوم)

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ جو شخص والدین کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو گھٹا دیتے ہیں تاکہ جلد سے جلد اسے سزا دی جائے، اور جو شخص والدین کا فرمانبردار رہتا ہے تو وہ اس کی عمر کو بڑھا دیتے ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ خیر و بھلائی کے کام کر سکے، اور والدین کے سلوک میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ محتاج ہیں تو ان کی حاجت برآری کرے۔ چنانچہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے شکایت کی کہ اس کا باپ اس کے مال میں من مانی اور تصرف کرنا چاہتا ہے، آپ نے فرمایا: ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

اور حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ''سورہ اعراف میں جو ''اصحاب اعراف'' کا تذکرہ ہے اسکی تفصیل کیا ہے؟ فرمایا جہاں تک ''اعراف'' کا تعلق ہے وہ جنت جہنم کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے، اس پر درخت، نہریں اور پھل وغیرہ ہیں۔ رہ گئے اصحاب اعراف تو یہ وہ لوگ ہوں گے جو والدین کی مرضی کے خلاف جہاد میں نکلے اور اللہ کے راستے میں خوب قتال کیا، اس لئے انکا ''قتال فی سبیل اللہ'' انہیں جہنم میں داخل نہیں ہونے دے گا اور والدین کی ناراضگی جنت میں جانے نہیں دے گی لہٰذا وہ اعراف میں ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی والدہ کو گردن پر اٹھائے ہوئے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں اپنی والدہ کی خدمتوں کا حق ادا کر رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! ایک حصہ بھی نہیں، البتہ تو اچھا سلوک ضرور کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے اس تھوڑے کا ثواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار شخصوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نہ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور نہ اپنی نعمتوں کا مزہ چکھنے دے گا۔ بہت شراب پینے والا، سود کھانے والا، ظلم سے یتیم کا مال کھانے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا، البتہ اگر وہ توبہ کرلے تو الگ بات ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے'' ایک حدیث میں ہے کہ ''باپ جنت کا دروازہ ہے، چاہے تو اس کی حفاظت کر یا ضائع کردے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''تین دعائیں بغیر کسی شک کے مقبول ہیں'' مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعاء اور والد کی دعا لڑکے کے لئے۔''

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! اپنے والدین کی توقیر، عزت واحترام کیجئے کیوں کہ جو شخص اپنے والدین کی عزت واحترام کرتا ہے تو میں اس کی عمر لمبی کرتا ہوں، اور اسے ایسی اولاد دیتا ہوں جو اس کی عزت کریں۔ اور جو شخص اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے میں اس کی عمر کم کرتا ہوں اور اسے ایسی اولاد دیتا ہوں جو اس کی نافرمانی کریں۔

ابو بکر بن ابی مریم فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ جو اپنے والد کو مارے تو اسے قتل کردینا چاہئے۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ جو والدین پر ہاتھ اٹھائے اس کو رجم کردیا جائے۔''

عمر بن مرہ الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا کہ میں نے پانچ وقت کی نماز پڑھ لی اور رمضان کے روزے رکھ لئے اور زکوٰۃ ادا کرلی اور بیت اللہ شریف کا حج کرلیا ہے تو اب میرے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''جو شخص ان اعمال کو کرلے وہ نبیوں اور صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا بشرطیکہ وہ والدین کا نافرمان نہ ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میں نے معراج میں ایک قوم کو دیکھا کہ چہروں کے بل جہنم کی آگ میں لٹکے ہوئے تھے، میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے والدین کو برا بھلا کہتے تھے۔"

حکایت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص علقمہ نامی تھے جو خیر اور نیکی کے کاموں میں بہت زیادہ حصہ لیتے اور کثرت سے طاعت و عبادت میں لگے رہتے تھے۔ وہ بیمار ہوئے اور ان کی بیماری اس قدر بڑھ گئی کہ موت کے قریب پہنچ گئے۔ ان کی اہلیہ نے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور اطلاع کرائی کہ میرا شوہر حالتِ نزع میں ہے، اس اطلاع کے ملتے ہی آپ ﷺ نے حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ ان کے پاس جاؤ اور انھیں کلمۂ شہادت کی تلقین کرو۔ چنانچہ تینوں حضرات پہنچے اور جب انھوں نے کلمہ کی تلقین شروع کی تو انھوں نے دیکھا کہ وہ کلمہ پڑھ نہیں پا رہے ہیں۔ انھوں نے فوراً کسی کو آپ کی خدمت میں روانہ کر کے صورتِ حال کی خبر کروائی۔ اس (حیرت ناک) خبر کو سن کر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ "ان کے والدین میں سے کوئی حیات ہیں؟ بتایا گیا کہ بوڑھی والدہ زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا: "ان کی والدہ سے کہو کہ اگر وہ میرے یہاں آسکتی ہیں تو چلی آئیں ورنہ گھر ہی پر ٹھہری رہیں میں آرہا ہوں" چنانچہ ان کی والدہ کو آپ کا یہ فرمان پہنچایا گیا تو اس بڑھیا نے کہا کہ میری جان آپ کی ذاتِ عالی پر قربان ہو، مجھے زیادہ حق پہنچتا ہے کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ اٹھیں اور لکڑی کے سہارے خدمت عالی میں حاضر ہو گئیں اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: "اے علقمہ کی

ماں! (میں جو پوچھوں) صحیح بتانا، ورنہ اگر جھوٹ کہوگی تو وحی الٰہی سے مجھے معلوم ہو جائے گا۔" بتاؤ تمہارے بیٹے علقمہ کا کیا حال تھا؟ بڑھیا نے کہا وہ بہت نماز پڑھنے والا، بہت روزہ رکھنے والا اور بہت صدقہ و خیرات کرنے والا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا اچھا تمہارا کیا حال ہے؟ بڑھیا نے کہا "میں اس سے ناراض ہوں" آپ نے پوچھا کہ آخر ایسا کیوں؟ بڑھیا نے کہا وہ اپنی بیوی کو بہت اہمیت دیتا اور میری نافرمانی کرتا تھا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصل میں علقمہ کی ماں کی ناراضگی اس کے کلمہ پڑھنے میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے بلالؓ جاؤ ایندھن تیار کرو، بڑھیا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کا کیا کریں گے؟ ارشاد فرمایا تمہارے بیٹے کو میں جلادوں گا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے کیسے دیکھا جائے گا؟ میرا دل اس دردناک منظر کا متحمل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ام علقمہ! اللہ کا عذاب اس سے سخت اور بڑا ہے، اگر تو چاہتی ہے کہ تیرا بچہ اس سے بچ جائے تو تو اس سے راضی ہو جا، ورنہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے علقمہ کو اس کی نمازیں، روزے اور خیرات تیری ناراضگی کے ہوتے ہوئے کچھ کام نہ دیں گے۔"

بڑھیا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ کو اور ملائکہ اور تمام حاضرین کو گواہ بناتی ہوں کہ میں علقمہ سے راضی ہو گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا جاؤ دیکھو علقمہ کی زبان سے کلمہ جاری ہوا یا نہیں؟ حضرت بلالؓ گئے اور جب وہ پہنچے تو دیکھا کہ علقمہ کلمہ کا ورد کر رہے ہیں۔ حضرت بلالؓ نے وہاں موجود لوگوں سے کہا کہ (لوگو سن لو!) ان کی والدہ کی ناراضگی کی وجہ سے ان کی زبان اب تک بند تھی اور کلمہ نہیں پڑھ پا رہی تھی، اور اب جب کہ ان کی والدہ راضی ہو گئی ہیں تو کلمہ پڑھنے لگے ہیں۔ پھر اسی دن علقمہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان

کے کفن دفن کا حکم دیا اور آپؐ ان کے جنازے میں آخر تک موجود رہے۔ جب ان کی تدفین ہوگئی تو آپؐ نے ان کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

"اے انصار و مہاجرین! (سن لو) جس کسی نے اپنی بیوی کو اپنی ماں پر فوقیت دی (خدمت وسلوک کے اعتبار سے) تو اس پر اللہ کے فرشتوں اور تمام مسلمانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے نہ فرائض قبول فرمائیں گے نہ نوافل، ہاں البتہ اگر وہ توبہ کرلے اور انہیں راضی وخوش کرلے تو اللہ بھی معاف فرمادیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(چنانچہ معلوم ہوا کہ) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ماں کی خوشنودی میں ہے اور اس کی ناراضگی ماں کی ناراضی میں ہے۔

(یہ روایت ترغیب وترہیب کی ہے، بیہقی وطبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ محدثین کو اس کے ایک راوی کی وجہ سے اس میں کلام ہے تاہم بالکل نظر انداز بھی نہیں کی جاسکتی جیسا کہ محدثین ہی کا اصول ہے کہ اس قسم کی احادیث کو ترغیب وترہیب کے باب میں قبول کرلیا جاتا ہے، چنانچہ خود مصنف عظیم محدث اور امام جرح وتعدیل ہیں۔

ہمارے لئے اس باب میں جو اہم ترین درسِ عبرت ہے وہ یہی ہے کہ والدین کا معاملہ نہایت نازک اور اہم ہے اس سے غفلت برتنا بڑی نادانی اور پرلے درجہ کی بے وقوفی ہے۔ وہ صحیح احادیث اور آیاتِ قرآنیہ جو پیچھے گذر چکی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت ہے، ہمارے اس زمانہ میں جہاں دین کے بہت سے شعبے نظر انداز ہوچکے ہیں انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے، چنانچہ بیویوں کی خاطر سے والدین کو سخت ذہنی اور قلبی کلفت ورنج پہنچانا عام ہوچکا ہے۔ ایک موقع پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت میں بھی ذکر فرمایا ہے، البتہ یہاں ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ بعض حضرات اس معاملے میں اس قدر غلو کرجاتے ہیں کہ بیوی کے حقوق تلف بلکہ اس پر ظلم ہونے لگتا ہے، بیویوں کے حقوق کے سلسلے میں اس کتاب میں بھی کچھ بیان کیا گیا ہے اسے ملاحظہ فرمادیں۔

بہر حال ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں امت وسط کا لقب عنایت فرمایا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ساری شریعت نہایت ہی متوسط اور معتدل اور افراط وتفریط سے پاک ہے، ہمیں ہر معاملے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنی اور ہر کام علماء سے سمجھ کر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخر وقت تک اپنی مرضیات پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمادیں اور خاتمہ بالخیر فرمادیں۔ آمین

رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس سے تم سوال کرتے ہو اور رشتہ داری سے ڈرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝

ترجمہ: پھر تم سے بھی خدشہ ہے کہ اگر تم ملک میں حاکم بن جاؤ تو زمین میں فساد مچانے لگو اور رشتے قطع کرنے لگو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمادی، پھر انھیں گونگا بہرا اور اندھا بنادیا۔

صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ (یعنی بغیر اس گناہ کی سزا بھگتے، ورنہ ہر صاحب ایمان بالآخر جنت میں ضرور جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ)۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنے غریب و حاجت مند رشتہ داروں کی دیکھ بھال نہیں کرتا، نہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور صدقہ و خیرات بھی انہیں چھوڑ کر دوسروں پر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے صدقہ و خیرات کو قبول نہیں کریں گے۔ اور نہ قیامت کے دن اس کی طرف (عنایت سے) نظر فرمائیں گے۔

اور اگر کوئی بے چارہ خود ہی غریب و خستہ حال ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے ان رشتہ داروں کے حالات معلوم کرنے اور ملاقاتیں کرنے کے ذریعہ حقوق ادا کرے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’صلہ رحمی کرو چاہے وہ سلام ہی کے ذریعہ ہو۔‘‘

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ’’جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔‘‘

نیز حدیث شریف میں ہے کہ: ’’احسان کے بدلے احسان کر دینا ہی صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ (اصل صلہ رحمی یہ ہے کہ) آدمی اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرے جس نے اس سے تعلقات توڑے ہیں۔‘‘

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں رحمٰن ہوں، یہ رحم (رشتہ داری) ہے۔ جس نے اسے جوڑے رکھا میں اسے جوڑے رکھوں گا اور جو اس (رشتہ) کو توڑدے میں اسے اپنے سے توڑ دوں گا۔ (یعنی علیحدہ کردوں گا)۔

حضرت ابن حسین ؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی تھی کہ ’’بیٹے! قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ مت رہنا کیوں کہ میں نے ایسے شخص پر اللہ کی کتاب میں تین جگہوں پر لعنت پائی ہے۔‘‘

حکایت: روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ ؓ حدیث بیان کر رہے تھے، یوں ارشاد فرمایا کہ اس مجمع میں جو لوگ رشتہ قطع کرنے والے ہیں وہ اٹھ جائیں، اس اعلان کے بعد پورے مجمع میں سے صرف ایک نوجوان اٹھا اور چل دیا، وہ کچھ برسوں سے اپنی پھوپھی سے قطع تعلق کئے ہوئے تھا، سیدھے ان کے پاس پہنچا اور معافی تلافی کے ذریعہ معاملہ صاف کرلیا۔ اس کی پھوپھی نے اس کو

معاف کر دیا اور ازراہ تعجب دریافت کیا کہ اچانک یہ تبدیلی کیسے پیدا ہو گئی؟ اس نے حضرت ابوہریرہؓ کے اس اعلان کا اعادہ کیا، تب اس کی پھوپھی نے اس سے کہا کہ ان سے اس اعلان کی وجہ دریافت کرو، یہ نوجوان دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور اپنی معافی کا پورا قصہ سنا کر عرض کیا ”حضرت! آخر ایسا شخص آپ کی مجلس میں کیوں نہ بیٹھے؟“ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ اللہ کی رحمت ایسی قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی رشتہ قطع کرنے والا ہو۔“

ایک اہم ملفوظ

ارشاد فرمایا

اگر کسی کار کے ٹینک میں پٹرول بھر دیا جائے مگر پٹرول کی ٹنکی میں سوراخ ہو جس سے پٹرول سڑکوں پر گرتا رہے تو کچھ دیر چل کر کار کھڑی ہو جائے گی، اس طرح سالک ذکر کے انوار سے اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کرتا ہے، مگر دل کے نور کی ٹنکی کو شیطان اور نفس، آنکھ، کان اور زبان وغیرہ کے گناہ سے خالی کر دیتے ہیں جس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے، پس ہر گناہ کی عادت سے بچی توبہ ضروری ہے۔ بالخصوص بدنظری اور گندے خیالات اور بدگمانی اور غیبت سے کہ اس زمانے میں ان معاصی میں بہت کثرت سے ابتلاء ہے۔

(مجالس ابرار حصہ دوم ص ۵)

بدکاری

ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً۔

ترجمہ: اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ بے شک وہ بڑی بے حیائی ہے۔

دوسری جگہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝

ترجمہ: زانیہ اور زانی دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اللہ کے دین کے معاملے میں اگر تم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو انکے ساتھ کسی طرح کی نرمی نہیں برتنی چاہئے اور انکی اس سزا کو مومنین کی جماعت ملاحظہ کرے۔

فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ زانیہ اور زانی کی یہ دنیوی سزا ہے بشرطیکہ (زانی اور زانیہ) غیر شادی شدہ ہوں، اور اگر شادی شدہ ہوں تو پھر ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں نصف جسم تک گڑھے میں کھڑا کر کے سنگسار کیا جاتا ہے، ان لوگوں کی یہ سزا اسی طرح سنت سے ثابت ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر دنیا میں انہیں یہ سزا نہیں ملی تو پھر آخرت میں دوزخ کے اندر آگ کے انگاروں سے عذاب دیا جائے گا۔

جیسا کہ زبور میں بھی آیا ہے کہ: ”زنا کرنے والے قیامت کے دن اپنی شرم گاہوں کے بل لٹکے ہوئے ہوں گے اور انہیں لوہے کی سلاخوں سے مارا جائے گا، اور جب شدتِ تکلیف سے فریاد کریں گے تو جہنم کا داروغہ کہے گا، یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ حالانکہ تو تو ہنستا تھا، خوش ہوتا اور بدمستی کرتا تھا، نہ اللہ سے ڈرتا تھا نہ شرماتا تھا۔“

ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو اس طرح نکال لیتے ہیں کہ جس طرح آدمی اپنے جسم سے کرتا اتارتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (لطف کے ساتھ) گفتگو نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (عنایت کی نظر کریں گے) اور نہ (گناہوں سے) ان کا تزکیہ فرمائیں گے۔ (وہ تین آدمی یہ ہیں) بوڑھا زنا کار، جھوٹا بادشاہ، متکبر محتاج۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا حالانکہ وہ تمہارا خالق ہے۔'' میں نے کہا یہ تو بہت ہی زبردست گناہ ہے۔ اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ ارشاد فرمایا: ''روزی کے ڈر سے اولاد کو قتل کر ڈالنا'' میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا ''پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق میں (سورۂ فرقان) کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے اور نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں، اور جو کوئی ایسا کرے تو وہی مستحق سزا ٹھہرے گا، اس کے لئے قیامت میں دو چند عذاب ہوگا، اور اس میں وہ سدا خوار ہو کر پڑا رہے گا، سوائے اس کے جو توبہ کر لے۔

صحیح بخاری میں سمرہ بن جندبؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب والی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ہم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام) آگے چلے تو دیکھا کہ ایک مقام تنور کی طرح ہے کہ نچلا حصہ کشادہ اور اوپری حصہ نہایت تنگ ہے، اس میں چیخ وپکار ہو رہی ہے۔ ہم نے اسکے اندر دیکھا تو اس میں (بہت سارے) ننگے مرد اور عورتیں تھیں، انکے نیچے کی جانب سے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں اور وہ اسکی شدتِ حرارت سے چیخیں مارتے تھے۔ میں نے پوچھا جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ زنا کار مرد و عورتیں ہیں، قیامت تک انکے ساتھ یہی سلوک رہے گا۔

قرآن مجید کی آیت: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٌ (جہنم کے سات دروازے ہیں) کی تفسیر میں حضرت عطاءؒ نے فرمایا ہے کہ ان دروازوں میں سب سے زیادہ غم ناک، دردناک، نہایت ہی گرم و بدبودار دروازہ ایسے زنا کاروں کے داخلہ کے لئے ہوگا جنہوں نے جان بوجھ کر زنا کیا ہو۔

اور مکحولؒ دمشقی فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک نہایت ہی متعفن بدبو محسوس کریں گے تو کہیں گے کتنی گندی بدبو ہے، ہم نے تو ایسی گندی بو کبھی نہیں سونگھی۔ انہیں بتلایا جائے گا کہ یہ زنا کاروں کی شرم گاہوں سے نکلی ہوئی بدبو ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اے مسلمانو! زنا سے بچو کیوں کہ اس میں چھ طرح کی برائیاں ہیں، تین دنیا میں اور تین مرنے کے بعد۔ دنیا کے نتائج یہ ہیں: (۱) اس کے چہرے کی وجاہت کا ختم ہو جانا (۲) عمر کا کم ہونا (۳) دائمی فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جانا۔

اور آخرت کے تین نتائج یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کا غصہ (۲) حساب کی سختی (۳) دوزخ کا عذاب۔

اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کریں اور دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمائیں۔ آمین

خلافِ فطرت شہوت رانی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ بیان کرنے کے بعد کہ ان لوگوں نے اپنی ضرورتِ شہوانیہ کی تکمیل کے لئے فطری اور انسانی طریقہ کو چھوڑ کر یہ بدترین وحیاسوز حرکت شروع کر رکھی تھی کہ نوعمر لڑکوں کو بجائے بیویوں کے استعمال کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ مذموم حرکت نہ صرف یہ کہ بے حیائی ہے بلکہ انسانیت وآدمیت حتی کہ حیوانیت سے بھی اسفل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی بدترین سزا دی۔ فرمایا کہ "پھر جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ان (کی بستی) کے نچلے حصے کو اوپر اور اوپر والے حصے کو نیچے (تہ وبالا) کر دیا، اور ہم نے ان پر پختہ اینٹ کے ایسے پتھر برسائے جو واضح طور پر بتلا رہے تھے کہ یہ دنیا کے پتھر نہیں ہیں (بلکہ اس کے مخصوص خزانہ سے آرہے تھے)۔ (اور اے مخاطبین قرآن! سن رکھو کہ یہ وہ بدترین جرم ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اس فعل کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا) ظلم کرنے والوں سے کچھ دور نہیں"۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشادِ گرامی ہے کہ سب سے زیادہ خوف مجھے جس چیز کا ہے وہ یہ ہے کہ کہیں قوم لوط کا عمل تم میں نہ شروع ہو جائے۔ (اس کے بعد آپ نے) تین مرتبہ ایسے شخص پر لعنت فرمائی"۔

اور آپ کا ارشاد ہے: "تمہیں اگر معلوم ہو جائے کہ کسی نے قوم لوط کا عمل کیا ہے تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بستی کی کسی اونچی عمارت

پر لے جا کر وہاں سے انہیں نیچے گرا دیا جائے اور ان پر اوپر سے پتھر پھینکے جائیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ساتھ کیا۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ لواطت ان بڑے گناہوں میں ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً حرام قرار دیا ہے۔ (چنانچہ ارشاد ہے)

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ، بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝

ترجمہ: کیا تم لڑکوں کے پاس (شہوت کے ساتھ آتے ہو اور تمہارے پروردگار نے جو تمہاری خاطر سے جوڑے بنائے ہیں انہیں چھوڑ دیتے ہو، (ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے) حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بڑے حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔ (حلال وحرام میں فرق ہی نہیں کرتے)۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت لوط کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ، اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے انہیں اس بستی (والوں) سے نجات دے دی جو خبائث کے مرتکب تھے، بے شک وہ لوگ بڑی بری اور نافرمان قوم تھے۔

ان کی بستی کا نام "سدوم" تھا اور اس کے رہنے والے نہایت گندی حرکت کے عادی تھے کہ اپنی ضرورتِ شہوانیہ وحاجتِ جنسیہ کی تکمیل کے لئے کم عمر نوعمر لڑکوں کی دبر کو استعمال کرتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کا آپس میں (بلا حجاب) ملنا زنا ہی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چار آدمی ایسے ہیں جنکی صبح اللہ کے غصہ میں ہوتی ہے اور شام اللہ کی ناراضگی میں:

(۱) وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں (لباس، وضع قطع میں)

(۲) وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں (لباس، وضع قطع میں)

(۳) جو جانور سے صحبت کرے۔

(۴) اللواطۃ یعنی جو لڑکوں سے صحبت کرے۔

روایت ہے کہ "جب مرد مرد سے (بلا حجاب) ملتا ہے تو عرش خدا کے خوف سے کانپنے لگتا ہے، آسمان قریب ہوتا ہے کہ زمین پر گر پڑے، تو فرشتے اطراف سے آکر اسے تھام لیتے ہیں اور سورہ اخلاص کا ورد شروع کر دیتے ہیں (یہ کیفیت اس وقت تک رہتی ہے) جب تک اللہ کا قہر وغضب دور نہ ہو جائے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لواطت کرنے والا اگر بغیر توبہ کیے مر گیا تو قبر میں خنزیر کی شکل میں بدل دیا جاتا ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جو شخص کسی مرد سے یا اپنی بیوی کی دُبر میں صحبت کرے حق تعالیٰ اسکو قیامت کے دن دیکھیں گے بھی نہیں۔

حضرت ابو سعید صعلوکیؒ فرماتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں "لوطیون" (لواطت کرنے والے) کہا جاتا ہے، ان کی تین قسمیں ہوں گی:

(۱) نوعمر لڑکوں کی طرف بنظر شہوت دیکھنے والے (وہ اس سے لطف اندوز ہوں گے)۔

(۲) (کچھ اور ہمت کر کے ایسے لڑکوں سے) مصافحہ کرنیوالے ہونگے۔

(۳) کچھ بد بخت اس فعل خبیث کے مرتکب ہوں گے۔

(یاد رہے کہ) عورت یا نوعمر لڑکے کی طرف بنظر شہوت دیکھنا زنا ہے

جیسا کہ خود حدیث میں ہے کہ آنکھ کا زنا نامحرم کی طرف دیکھنا ہے، ہاتھ کا زنا اس کو چھونا ہے، پیر کا زنا اس کی طرف چلنا ہے، زبان کا زنا اس سے بات کرنا ہے۔

اسی وجہ سے بزرگوں نے نوعمر لڑکوں کی طرف دیکھنے، ان سے بات کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے بچنے میں بہت ہی مبالغہ فرمایا ہے۔

چنانچہ حسن بن ذکوانؒ فرماتے ہیں کہ مال داروں کے بچوں کے ساتھ بیٹھنے سے بچو کیوں کہ ان کی صورتیں کنواری لڑکیوں کی مانند ہوتی ہیں، وہ عورتوں سے زیادہ فتنہ کا سامان ہیں۔ بعض علماء نے تنہائی میں امردوں کے ساتھ رہنے کو حرام قرار دیا ہے۔ سفیان ثوریؒ ایک غسل خانہ میں داخل ہوئے وہاں ایک چھوٹے سے خوبصورت بچے کو دیکھا تو فرمایا، اس بچہ کو فوراً یہاں سے لے جاؤ کیوں کہ میں عورت کے ساتھ ایک شیطان کو دیکھتا ہوں اور ان نوعمر خوبصورت لڑکوں پر دس سے زیادہ شیاطین نظر آتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اس کو اللہ تعالیٰ عبادت کا ایک خاص مزہ عطا فرما دیتے ہیں، جو وہ قیامت تک اپنے جی میں محسوس کرے گا۔

فائدہ: حضرت خالد بن ولیدؓ نے صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں انہیں ایک خط لکھا کہ ادھر بعض علاقوں میں ایسے لوگ ہیں جو دُبر (پاخانہ کے مقام میں) صحبت کرتے ہیں (انہیں کیا کیا جائے)۔ حضرت ابوبکرؓ نے (اجل واہل علم) صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ اس کی کیا سزا ہونی چاہیے۔ چنانچہ بالاتفاق اس کی سزا یہ طے پائی کہ اسے آگ میں پھونک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خالد بن ولید کو یہی حکم لکھ بھیجا اور انہوں نے یہ سزا جاری کی۔

(معلوم ہونا چاہئے کہ) بیویوں کے پیچھے کے مقام میں صحبت کرنا بھی اس

لواطت میں داخل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں یہ آیت ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ

ترجمہ: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تو آؤ تم انکے پاس جس طرح چاہو۔

اس میں لفظ ''جس طرح چاہو'' کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ دُبر میں بھی صحبت کرسکتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاہے سامنے سے ملو یا پیچھے سے، صحبت تو اس مقام واحد ہی میں کرنا پڑے گی جو اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ خود آیت کریمہ میں لفظ ''حرث'' (کھیتی) بھی اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ صحبت فرج ہی میں ہونی چاہئے، کیوں کہ (اولاد کی) پیدائش اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ عقلاً بھی دُبر میں صحبت کرنا نہایت مکروہ وخبیث فعل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''دُبر میں اور حائضہ سے صحبت کرنے سے بچو'' ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص بیوی کی دُبر میں یا حالتِ حیض میں صحبت کرے وہ ملعون ہے۔''

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ''جس شخص نے بیوی سے حالتِ حیض میں صحبت کی یا اس کے پچھلے حصہ میں صحبت کی تو اس نے اس چیز کا انکار کردیا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی ہے'' (یعنی قرآنِ مقدس)۔

بہت سے جاہل لوگ ان امورِ شرعیہ کی ذرا رعایت نہیں کرتے اور مختلف ایسے خبائث میں مبتلا ہوتے ہیں جن سے شریعتِ مقدسہ نے روکا اور منع کیا ہے، یہ سب لاعلمی اور جہالت کے عموم وشیوع کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے حضرت ابودرداءؓ فرماتے تھے کہ آدمی کو یا تو عالم بننا چاہئے یا طالب علم، یا احکام ومسائل پوچھ لینے والا یا پھر ان اہل علم سے محبت کرنے والا بننا چاہئے (کیوں کہ ان سے محبت

رکھنے میں، ملتے جلتے رہنے میں اس طرح کے بہت سے علوم ومسائل آدمی کے کان میں پڑتے رہتے ہیں) اور بندہ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے (نہایت تضرع وزاری سے) اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے اور عافیت طلب کرتا رہے۔ گذشتہ گناہوں اور نادانیوں سے درگذر کی درخواست کرتا رہے اور بقیہ زندگی میں تحصیل علم دین اور اس پر عمل کی توفیق مانگتا رہے۔

حکایت: حکایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ آگ ایک شخص کو جلارہی ہے، وہ فوراً پانی ڈالنے لگے کہ اسے بجھائیں مگر وہ حیرت زدہ رہ گئے یہ دیکھ کر کہ اچانک وہ آدمی بن گیا اور آگ بچہ بن گئی، انھوں نے بارگاہِ رب العزت میں التجا کی کہ بارالٰہا! انہیں اپنی اصلی حالت پر لوٹادے تاکہ میں ماجرا دریافت کرسکوں۔ چنانچہ باذنِ الٰہی ایک لڑکا اور ایک آدمی بن کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس لڑکے سے غلط فعل کیا تھا، پھر میں مرگیا، کچھ دنوں کے بعد یہ لڑکا بھی مرگیا۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا قیامت تک کے لئے طے کی گئی ہے کہ تھوڑی دیر میں آگ بن کر اس کو جلاتا ہوں پھر تھوڑی دیر یہ لڑکا آگ بن کر مجھ کو جلاتا ہے۔ (اللہ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھیں۔ آمین)

سود کھانا

ارشادِ خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا۔

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے انہیں شیطان نے چھولیا ہے (اور یہ ذلت وخواری محض اس وجہ سے ہوگی کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے) تجارت بھی تو سود کے مانند ہی ہے۔

چنانچہ اس بدترین حیلہ کے ذریعہ انہوں نے حرام کو حلال کرلیا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے نکلنے کا حکم فرمادیں گے تو لوگ تیزی سے دوڑ پڑیں گے سوائے سود خوروں کے کہ وہ مرگی کے مریض کی طرح بار بار گر پڑیں گے۔ چونکہ انہوں نے دنیا میں خوب سود کھایا تھا اللہ تعالیٰ اس دن ان کے پیٹوں کو بھی خوب بڑھا دے گا اور وہ اتنے بھاری ہو جائیں گے کہ جیسے ہی وہ اٹھیں گے اپنے پیٹ کے بوجھ سے فوراً گر پڑیں گے۔

قتادہؒ فرماتے ہیں کہ سود خور قیامت کے دن پاگل اٹھیں گے اور اس طرح سارے اہل محشر کو پتہ چل جائے گا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا "میں جب شب معراج میں (آسمانوں پر) چڑھ رہا تھا تو میں نے ساتویں آسمان میں اپنے سر پر بجلی اور کڑک کی آوازیں سنیں اور میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ تھامے ہوئے ہیں اور وہ اس قدر بڑے ہیں کہ جیسے کوئی گھر ہو اور اس میں سانپ اور بچھو ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ سود خور ہیں۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس قوم میں زنا اور ربا کی کثرت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت کا فیصلہ فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ "جس قوم میں سود عام ہو جائے اس قوم میں جنون (پاگل پن) بھی عام ہو جاتا ہے۔"

بیان کیا گیا ہے کہ سود کو مختلف حیلوں سے حلال بنا کر کھانیوالے قیامت کے دن کتوں اور خنزیروں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے جس طرح اصحاب سبت (بنی اسرائیل کی وہ قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا تھا) نے حیلہ سازی کی تھی کہ ہفتہ کے دن تو مچھلی نہیں پکڑتے تھے البتہ چھوٹے چھوٹے حوض بنا رکھے تھے اس میں مچھلیاں پھنس جاتیں تو اگلے روز جاکر انہیں نکال لاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل بندروں کی شکل میں مسخ فرمادیا تھا۔

حضرت ایوب سختیانی" فرماتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی اس طرح کوشش کرتے ہیں جیسے بچہ کو دھوکہ دیا جاتا ہے حالانکہ اگر جواز کے لئے بدترین حیلہ کرنے کے بجائے اسے حرام ہی سمجھ کر گذرتے تو عذاب وعقاب کے اعتبار سے ہلکا ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ "سود میں ستر گناہ ہیں ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ جیسے آدمی اپنی ماں سے منہ کالا کرے۔"

حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ سود لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

یتیم کا مال ظلماً کھانا

اللہ پاک فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا، وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝

ترجمہ: بے شک جولوگ یتیم کا مال زبردستی کھارہے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم رسید ہوں گے۔

دوسری جگہ (یتیموں کے سرپرستوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔

ترجمہ: یتیم کے مال کے قریب بھی مت پھٹکو ان کے بالغ ہونے تک، البتہ مناسب طریقہ سے (موافق احکام شرع لے لو تو اور بات ہے)۔

(مفسر قرآن) سدیؒ فرماتے ہیں کہ ظلم سے یتیم کا مال کھانے والے قیامت میں اس طرح حاضر ہوں گے کہ ان کے منہ، کان، ناک اور آنکھوں سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہوں گی، جسے دیکھ کر ہر کوئی سمجھ لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھاتا تھا۔

فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر یتیم کے ذمہ دار و سرپرست خود غریب ہیں، اس کے مصارف کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے تو ان کو معروف طریقہ سے اس قدر مال لینا کہ اس یتیم کی ضروریات بہم پہنچائی جاسکیں اور اس کے مال کی حفاظت و زیادتی ہوسکے، جائز ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ۔

ترجمہ: اور جو (سرپرست) با مقدور ہو تو اسے بچنا چاہئے اور جو محتاج ہو تو اسے دستور کے موافق یتیم کے مال سے کھا لینا جائز ہے۔

معروف کی تفسیر میں علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ نے فرمایا ہے کہ معروف سے بطور قرض لینا یا بقدر ضرورت لینا یا بطور معاوضۂ خدمت لینا یا مشروط بایں شرط لینا کہ بعد میں وسعت ہوئی تو لوٹا دیں گے ورنہ حقِ خدمت سمجھا جائے گا، مراد ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا اس طرح ہوگا'' (آپؐ نے اپنی شہادت اور بیچ کی انگلی سے اس طرح اشارہ کیا کہ دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھا)۔

یتیم کی کفالت میں اس کی نگرانی کی فکر اور اس کے قیام وطعام ولباس کی فراہمی کا نظم اور اس کے حصہ میں اگر کچھ مال ہے تو اس کے بڑھانے کی یا کم از کم حفاظت کی سعی داخل ہے، چاہے وہ یتیم رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کسی نے کسی یتیم کو اس کے خود مکتفی ہونے تک اپنے ساتھ کھانے میں شریک رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کو واجب کردیتے ہیں بشرطیکہ کوئی اور گناہ دخولِ جنت میں رکاوٹ نہ بنے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''اگر کوئی شخص کسی یتیم بچہ کے سر پر نہایت اخلاص کے ساتھ ہاتھ پھیرے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئے اتنی نیکیاں اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔''

حضرت ابوالدرداءؓ سے کسی نے وصیت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ ''یتیم پر شفقت کیا کرو اور اسے اپنے سے قریب رکھا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھا تھا کہ ایک شخص اپنے دل کی سختی کی شکایت کررہا تھا،

آپ ؐ نے اس سے فرمایا تھا کہ یتیم کے ساتھ محبت کرو اور اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرو اور اپنے ساتھ رکھا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری حاجت برآری بھی ہوگی۔''

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ ''بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہو، اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو، اور اللہ کے بندوں میں اسے سب سے زیادہ پسندوہ شخص ہے جو کسی یتیم یا بیوہ کی خاطر کھانا تیار کرے۔''

حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی تھی کہ اے داؤدؑ! یتیم کے حق میں مثل ایک مہربان باپ کے ہو جاؤ اور بیوہ کے ساتھ مشفق شوہر جیسا سلوک کرو اور یاد رکھو جیسا بوؤ گے ویسا پاؤ گے۔ (مطلب یہ ہے کہ خود آدمی کا مرنا بھی یقینی ہے تو ظاہر ہے کہ کبھی تمہاری بیوی بھی بیوہ ہوگی اور تمہارے بچے بھی یتیم ہوں گے اگر یتیموں اور بیوگان کو بنظر حقارت دیکھو گے اور انکی بدحالی کی وجہ سے ناروا سلوک کرو گے تو ویسا ہی نتیجہ تمہارے بعد تمہارے اہل وعیال دیکھ لیں گے، اور اگر انکے ساتھ حسنِ سلوک اور ضروری تعاون کرو گے تو یہی معاملہ بالآخر تمہارے اہل وعیال کے ساتھ بھی ہوگا۔ واللہ اعلم)

اور خود حضرت داؤد علیہ السلام نے مناجات میں ایک مرتبہ یوں کہا، اے خدا! جو شخص یتیموں اور بیوگان کا سہارا بن جائے اسے کیا اجر ملے گا؟ ارشاد ہوا، اس دن میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا جس دن کہیں سایہ نہیں رہے گا۔ (یعنی قیامت کے دن)۔ ایک حدیث میں ہے کہ یتیموں اور بیوگان کی ضروریات پوری کرنے میں لگے ہوئے شخص کی مثال اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے اور مسلسل روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہمیں ان امور میں لوجہ اللہ حصہ لینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

حکایت: بلخ میں ایک خاندان علوی سادات سے تعلق رکھنے والا رہتا تھا، صاحبِ خاندان کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ وہ بڑے مالدار اور شریف النسب لوگ تھے اس لئے اس کی بیوہ اس ڈر سے کہ اب جو غربت آپڑی ہے اس پر اہل تعلق طعنہ نہ دیں، وہ اس مقام کو چھوڑ کر اپنی یتیم لڑکیوں کے ہمراہ کسی اور علاقہ میں چلی گئی، موسم نہایت سرد تھا اس لئے اس نے ایک ویران مسجد میں اپنی لڑکیوں کو چھپایا اور تلاشِ معاش میں چل دی، چنانچہ اس کا گذر دو ایسے مالداروں پر ہوا جو اس شہر کے رئیسوں میں سے تھے لیکن ایک مسلمان تھا اور ایک آتش پرست، وہ پہلے مسلمان کے پاس اپنی ضرورت و پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پہنچی اور کہا کہ میں علوی خاندان کی شریف خاتون ہوں اور میری یتیم لڑکیاں بھی ہیں، میری پریشانی کا کوئی حل نکالا جائے تو بہتر ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، مگر اپنے شریف اور سادات ہونے پر گواہی پیش کرو؟ اس عورت نے کہا میں یہاں اجنبی ہوں، میری گواہی کون دے گا، اس پر اس رئیس نے منہ پھیر لیا اور کوئی توجہ نہ دی۔

اب یہ عورت یہاں سے اس مجوسی مالدار کے گھر پہنچی اور اس سے سارا قصہ کہہ سنایا، اس مجوسی نے اپنی عورتوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس کے ہمراہ جا کر اس کی بچیوں کو بلا لاؤ، چنانچہ وہ سب آئیں، اس نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ یہ شریف النسب مصیبت زدہ خاندان ہے انہیں نہلاؤ، دھلاؤ، ان بچیوں کے لئے کپڑوں کا انتظام کرو اور عمدہ کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ وہ بیوہ اپنی بچیوں کے ساتھ بڑے مزے سے کھا پی کر اور بے فکر ہو کر سو گئی۔

اسی رات وہ مسلمان جس نے اسے بلا مدد واپس کر دیا تھا خواب میں کیا

دیکھتا ہے کہ قیامت کا میدان قائم ہے، ایک نہایت ہی عجیب و غریب اور شاندار محل ہے جس میں ہیرے جواہرات سے مرصع تخت بنے ہوئے ہیں اور وہیں رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ محل کس کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا ایک مومن موحد امتی کا ہے، اس نے کہا کہ میں بھی موحد مومن ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''گواہی پیش کر کہ تو مومن موحد ہے'' اب یہ شخص نہایت پریشان ہوا کہ کہاں سے گواہی لاؤں۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''ایک شریف عورت تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر آئی تھی، تو نے بھی تو اس سے گواہی طلب کی تھی، بس کیا تھا نہایت غمگین اور نادم ہوا، اسی میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ صبح شہر بھر میں گھومتا رہا کہ کوئی اس عورت کا پتہ بتادے، کہ [illegible] ح اس مجوسی کے گھر پہنچ ہی گیا اور اس سے کہا ''اس مسلمان بیوہ عورت کو اور اس کی بچیوں کو ہمارے حوالے کر دو اور اسے خطیر رقم دینے کا وعدہ بھی کیا لیکن اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نہایت شاندار محل کے قریب تشریف فرما ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ یہ مکان تمہارے لئے ہے، تم نے شریف بیوہ عورت اور اس کی یتیم بچیوں کے ساتھ جو مہربانی کا سلوک کیا ہے، اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت بھی عطا فرمائی اور یہ مکان بھی تمہارے لئے بنایا گیا ہے، چنانچہ اللہ کی قسم رات گذرنے سے پہلے میں اور میرے پورے گھر کے لوگ اس بیوہ کے دست پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

یہ امیر اپنے غرور اور اپنی حماقت پر اپنا سا منہ لے کر لوٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور آخرت کے نفع کا احساس نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اللہ اور اس کے رسولؐ پر جھوٹ باندھنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ۔

ترجمہ: اور قیامت کے دن جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا ان کے چہروں کو آپؐ دیکھیں گے کہ سیاہ ہیں۔

(اسی طرح حلال کو حرام قرار دینا اور حرام کو حلال قرار دینا بھی اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مماثل ہے۔ علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اللہ اور رسولؐ پر جھوٹ باندھنا ایسا جرم ہے کہ جس سے آدمی کافر اور خارج از ملت اسلامیہ ہو جاتا ہے)۔

حدیث میں ہے کہ جس نے میری طرف کسی بات کی نسبت غلط کر دی تو اس کیلئے جہنم میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ جس نے قصداً میری طرف کسی غلط بات کی نسبت کی تو اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے'' نیز آپ کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص میری طرف سے جان بوجھ کر جھوٹی حدیث بیان کرے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ ''کلمہ گو کی فطرت میں سب کچھ ہے مگر خیانت اور جھوٹ نہیں ہے۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے (نیکیوں کی توفیق اور گناہوں سے) عصمت کا سوال کرتے ہیں، بیشک وہ بڑا جواد اور کریم ہے۔

میدانِ جہاد سے بھاگنا

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

ترجمہ: جو کوئی اس روز (یعنی جنگ کے روز) اپنی پیٹھ دکھائے گا تو وہ خدا تعالیٰ کا غضب لے کر پھرے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، سوائے اس کے جو حیلۂ جنگ کر رہا ہو یا لشکر میں پناہ لینے آ رہا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو سات ہلاک کرنیوالی چیزوں سے بچنے کی روایت بیان کی ہے اس میں آپنے لشکر سے بھاگنے کو بھی مہلک قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت کے ذریعہ مسلمانوں پر لازم کیا تھا کہ بیس مسلمان دو سو کے مقابلہ سے نہ بھاگیں، پھر بعد میں مسلمانوں کے ضعف کا لحاظ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرمائی، چنانچہ دوسرا حکم نازل فرمایا کہ سو مسلمان دو سو کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ (یعنی مسلمانوں کو کم از کم دوگنی تعداد کا مقابلہ بآسانی کر لینا چاہئے، اس دوگنی تعداد سے گھبرا کر اگر کوئی میدانِ جنگ سے فرار اختیار کرتا ہے تو یہ اس کے لئے درست نہیں، البتہ دو سو دشمنوں کے مقابلہ میں سو آدمیوں سے بھی کم رہ جائیں اس وقت کوئی بھاگے تو یہ معصیت نہیں ہوگی)۔

حاکم کا رعایا پر ظلم کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

ترجمہ: الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں سرکشی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ○ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ○ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ○

ترجمہ: اور (اے نبیؐ!) ظالم جو کام کر رہے ہیں ان سے اللہ کو بے خبر نہ سمجھے، فوراً عذاب اس لئے نہیں آتا کہ انہیں اس دن تک کے لئے مہلت دے رکھی ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ خسارہ کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے اور ان کے دل دھک دھک کر رہے ہوں گے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○

ترجمہ: اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسی جگہ ان کو جانا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص ہم (مسلمانوں) سے کینہ رکھے وہ ہم میں سے نہیں اور یہ کہ "ظلم قیامت کے دن کا اندھیرا ہے۔" (یعنی ظلم قیامت کے دن ظلم

کرنے والوں کے حق میں ظلمات یعنی اندھیروں کی شکل میں ظاہر ہوگا اور وہ وہاں روشنی سے محروم ہوں گے) ایک حدیث میں ہے کہ ''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کے ماتحتوں (کی دیکھ بھال) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

نیز آپ کا مبارک ارشاد ہے کہ ''جو حاکم رعایا سے کینہ رکھے وہ جہنمی ہے'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ظالم حکمران ہوں گے'' اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرماتے۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ ''انصاف پسند حکمران قیامت کے دن (عرش) الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔'' ایک دوسری جگہ ارشاد ہے ''جو لوگ انصاف کے ساتھ حکمرانی کرتے ہیں اور اپنے ماتحتوں، گھر والوں اور عام رعایا سے بہتر سلوک کرتے ہیں وہ قیامت کے دن نور کے منبر پر ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے انہیں یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا ''لوگوں کے بہترین مال (چن چن کر زکوٰۃ میں) لینے سے بچو اور (دیکھو) مظلوم کی بددعاء سے اپنے کو بچائے رکھنا، کیونکہ اللہ کے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا'' ان تین میں آپ نے جھوٹے بادشاہ کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ''تم لوگ عنقریب عہدوں کے طلب گار اور خواہش مند ہو جاؤ گے (نگران کے حقوق نہ نبھانے کی بناء پر) وہ تمہارے لئے قیامت میں ندامت اور حسرت کا سبب بنیں گے'' اسی حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا ''اللہ کی قسم! ہم کسی ایسے شخص کو عہدہ نہیں سپرد کریں گے جو اس کو مانگے یا اس کا لالچ رکھے۔''

نیز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ''جس نے قضاء کا عہدہ طلب کیا اور (اس کی صلاحیتوں کی وجہ سے وہ عہدہ) اسے مل بھی گیا پھر اگر اس کا انصاف ظلم پر غالب رہا تو اس کیلئے جنت ہے، اور اگر ظلم انصاف پر غالب آ گیا تو اس کیلئے دوزخ ہے۔'' کعب بن عجرہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بیوقوفوں کی امارت سے بچائے۔ میرے بعد کچھ لوگ حاکم بنیں گے، وہ (ایسے ہوں گے کہ) نہ میرے راستہ پر چلیں گے نہ میرا طریقہ اپنائیں گے۔''

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں آیا ہے کہ ''اے اللہ! جو شخص مسلمانوں کا حاکم بن کر ان کے ساتھ نرمی برتے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرما، اور اگر وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کا معاملہ فرما۔''

دینداری کے چند بنیادی اصول

(۱) علمِ دین حاصل کرنا (۲) علمِ دین پر عمل کرنا (۳) اخلاص وخلوص کے ساتھ عمل کرنا (۴) فکرِ انجام (۵) دوسروں کو علمِ دین پہنچانا (۶) اس راہ میں جو مصیبتیں اور سختیاں آئیں انکو محبت وہمت اور رضائے الٰہی کے ساتھ برداشت کرتا رہے۔

حضرات! مذکورہ بالا اصول کی پابندی ہر مومن مرد وعورت پر نہایت ضروری ہے۔ (از مرتب)

گھمنڈ اور تکبر کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ مُوْسٰی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ○

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا بیشک میں نے پناہ مانگ رکھی ہے اپنے اور تمہارے پروردگار کی، ہر ایسے شخص سے جو متکبر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ○

ترجمہ: بیشک وہ متکبرین کو پسند نہیں کرتا۔

حدیث میں ہے کہ اکڑنے والے لوگوں کا حشر قیامت کے دن مہین چیونٹیوں کے مانند ہوگا، لوگ انہیں روندیں گے اور ہر چہار سمت سے ذلت ان پر چھارہی ہوگی۔''

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس چیز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی وہ تکبر ہے۔ نیز حدیث پاک میں ہے کہ ''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔''

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ○

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے ہر ایسے شخص کو جو اکڑنے والا اور متکبر ہو۔

نیز حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بزرگی میرا لباس ہے اور بڑائی میری چادر ہے، جو کوئی اسے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے آگ میں ڈال دوں گا۔''

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا، آپؐ نے فرمایا ''داہنے ہاتھ سے کھاؤ'' اس شخص نے کہا میں نہیں کھا سکتا، آپؐ نے فرمایا ''اس شخص کو (میری ہدایت پر عمل کرنے سے) محض اس کے تکبر نے روکا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ جہنمی لوگ کون ہیں؟ (پھر آپؐ نے بتایا کہ) ہر بدخو، سخت گیر، بخیل جو جوڑ کے رکھے، اور ہر وہ شخص جو تکبر کرے۔''

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص چلنے میں اکڑتا ہو اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ سے (قیامت کے دن) اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے۔''

صحیح حدیث میں ہے کہ ''جہنم میں سب سے پہلے ظالم حاکم، زکوٰۃ نہ دینے والا مالدار اور متکبر غریب داخل ہوں گے۔''

اور سب سے بدترین تکبر یہ ہے کہ آدمی اپنے علم کی وجہ سے دوسرے بندوں پر فضیلت جتلائے اور اپنے تئیں اپنے کو بہت کچھ سمجھتا رہے۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی آخرت کی کامیابی کے لئے علم حاصل کرتا ہے تو وہ علم اس کے اندر عاجزی اور کسر نفسی اور اس کے قلب میں خشیت اور انابت پیدا کردیتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے احتساب (اعمال کا جائزہ لینے) میں مصروف رہتا ہے۔

اور جب علم کو دنیوی وجاہت، عہدہ اور بڑائی کے لئے حاصل کرتا ہے کہ

اس کے ذریعہ مسلمانوں پر اپنا سکہ جمائیں گے تو یہ ''اکبر الکبائر'' یعنی سب سے بڑا گناہ ہے، اور ظاہر ہے کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

ایک اہم ارشاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ احکام تبلیغ سے پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ حدود سے متجاوز ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ صلحاء علمائے کرام پر بدگمانی کرتے ہیں کہ یہ تبلیغ نہیں کرتے، بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر ایک کو روک ٹوک کرتے رہتے ہیں حالانکہ یہ حضرات احکام شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اشرف الھدایات لاصلاح المنکرات جو کہ حضرت والا مدظلہ ہی کی کتاب ہے، اس کی تیسری فصل میں تبلیغ کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں انکو پورے طور پر اسوقت بیان کیا جائے، چنانچہ آئندہ صفحات پر اس کو نقل کیا جارہا ہے۔

ماخوذ از: ہماری تباہی اور اسکا حل

جھوٹی گواہی دینا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔

ترجمہ: (رحمن کے خاص بندے وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ ''جھوٹی گواہی دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۝ ترجمہ: اور تم جھوٹ بولنے سے بچو۔

حدیث میں ہے کہ ''جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک ہل نہیں سکتے جب تک کہ جہنم اس کے لئے واجب نہ ہو جائے۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا ''کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑا گناہ بتادوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' (راوی کہتے ہیں کہ) آپ اس جملہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سوچا کاش آپ سکوت فرماتے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرتے ہیں ہر بلا اور ہر معصیت سے۔

شراب پینا

ارشادِ خداوندی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا اور بت پانسے تو محض گندے اور شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈالے اور تم کو ذکر الٰہی اور نماز سے روک ڈالے، تو کیا تم اب بھی باز آتے ہو (یا نہیں)۔

حدیث میں ہے کہ "شراب سے بچو کیونکہ وہ ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حرمت شراب والی آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ ایک دوسرے کے پاس گئے اور اس کا ذکر کیا کہ شراب حرام قرار دیدی گئی اور اسے شرک کے مماثل قرار دیا گیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور شراب حرام ہے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ ضروری کرلیا ہے کہ جو شخص دنیا میں نشہ آور شئی استعمال کرے اسکو قیامت میں طینۃ الخبال پلائیں گے" پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طینۃ الخبال کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: "جہنمیوں کا پسینہ یا ان کا پیپ۔"

صحیحین میں ہے کہ "جس نے اس دنیا میں شراب پی، آخرت میں وہ (جنت کی پاکیزہ) شراب سے محروم کردیا جائے گا۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ شراب کا عادی بت پرست کی مانند ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ "شراب کا عادی اور والدین کا نافرمان (اگر بغیر توبہ کئے مرجائے تو) جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ نہ ان کی نماز قبول ہوگی اور نہ ان کی کوئی نیکی (قبولیت کیلئے) آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔

(۱) بھاگا ہوا غلام، جب تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس نہ پہنچ جائے۔

(۲) وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہے، جب تک کہ وہ اسے راضی نہ کرلے۔

(۳) شرابی، جب تک کہ اس کا اثر ختم نہ ہوجائے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ شرابی کا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ اس کے جسم میں شراب کا اثر باقی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ "جس نے شراب پی مگر نشہ نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن اس کی جانب توجہ نہیں فرماتے، اور اگر نشہ بھی آ گیا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن رات تک نہ اس کے فرضوں کو قبول فرمائیں گے نہ نفلوں کو۔ اگر وہ

اسی حالت میں مر جائے تو بت پرست کی موت مرے گا، اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلائے۔ (طینۃ الخبال دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والے خون اور پیپ کو کہتے ہیں)۔

اور حدیث میں ہے کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے اس کام کے لئے مبعوث فرمایا ہے کہ میں مزاعف ومزامیر (گانے بجانے کے آلات) کو ختم کردوں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس شخص نے شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لیا میں اس کو جہنم کے پیپ سے اتنی مقدار ضرور پلاؤں گا، اور اگر کسی نے محض میرے خوف سے اس سے اپنے کو بچایا تو میرے ذمہ لازم ہے کہ میں اس کو حظیرۃ القدس میں سے بہترین دوستوں کے ہمراہ بٹھا کر پلاؤں گا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب پر اور اس کے پینے والے، پلانے والے، بنانے والے، بنوانے والے، خریدنے والے، بیچنے والے، اٹھانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

ایک حدیث میں ہے کہ ”شرابی اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت بھی مت کرو۔“

اور ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ ”شرابی کو سلام بھی نہ کیا جائے۔ (کیونکہ وہ فاسق ہے اور احادیث میں اس پر لعنت کی گئی ہے)۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”ہر نشہ آور چیز حرام ہے“ نیز ارشاد ہے کہ ”جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ آور ہو اس کا تھوڑا حصہ (جو کہ نشہ آور نہ ہو وہ) بھی حرام ہے۔

جوا کھیلنا

ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔

ترجمہ: اپنے اموال آپس میں غلط طریقہ پر مت کھاؤ

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے محض گندے اور شیطانی کام ہیں، سو تم ان سے بچتے رہو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

جوا اپنی تمام اقسام کے ساتھ اس آیت کی وجہ سے حرام ہو گیا ہے۔ نرد (چوسر) ہو، یا شطرنج، اسی طرح ہر وہ کھیل جس میں ایک دوسرے کا مال غیر شرعی طریقہ پر حاصل کیا جاتا ہو۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ”بہت سے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مال ناحق لے بیٹھتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہے۔“

”نرد“ سے کھیلنا بالاتفاق حرام ہے، اس حدیث کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص نرد سے کھیلے تو وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے خنزیر کے گوشت اور خون میں اپنے ہاتھ ملوث کر لیے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے ”جو نرد سے کھیلے اس نے اللہ ورسولؐ کی نافرمانی

کی۔'' اور جہاں تک شطرنج کا تعلق ہے تو اس کا رہن یا شرط سے کھیلنا بالاتفاق حرام ہے۔ البتہ بلا رہن و بلا شرط کے یونہی کھیل لیا تو جائز ہے، بشرطیکہ تنہائی میں کھیلے اور اس کھیل کی وجہ سے واجبات خداوندی جیسے نماز وغیرہ سے غفلت نہ ہونے پائے۔ (۱)

(اس کے علاوہ حضرات صحابہ کرامؓ کے بیسیوں اقوال ہیں جن سے ان کھیلوں کی حرمت واضح ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام نے ان سے سخت نفرت فرمائی ہے اور اس قسم کے کھیلوں کے عادی لوگوں کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں اور آخرت کی کامیابی کی فکر تمام خواہشات پر غالب فرمائیں، آمین)۔

---

(۱) مصنف نے یہ بات اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قمار کے بغیر بھی شطرنج مکروہ تحریمی ہے جو حرام ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں مطلقاً شطرنج اور چوسر کی ممانعت سے احناف کی رائے کو تقویت پہنچتی ہے۔ تقی رعانی

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر پھٹکار ہے دنیا اور آخرت میں، اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو'' پھر آپ نے ان سات میں پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کا بھی ذکر فرمایا۔

اور قذف کی صورت یہ ہے کہ کسی پاکدامن شریف مسلم آزاد عورت کو مثلاً اس طرح پکارنا کہ اے زانیہ! اے قحبہ! یا اے باغیہ! یا کسی شخص کو مثلاً یوں کہا جائے کہ تو زانیہ کا شوہر ہے، یا کسی بچہ کو زانیہ کا بیٹا کہنا وغیرہ۔ اس کی سزا قرآن کریم میں یہ مقرر فرمائی گئی ہے کہ اسّی کوڑے لگائے جائیں اور اسے گواہی کیلئے نااہل قرار دیا جائے اگر چہ وہ عادل (بظاہر دیندار) کیوں نہ ہو، البتہ اگر اس نے حسب تصریح قرآنی چار عینی شاہدین کو پیش کر دیا تو اس پر اس حد کا اجراء نہ ہوگا۔

اسی طرح اپنی مملوکہ پر بھی اس کا الزام لگانا درست نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ ''جس نے اپنی باندیوں پر تہمت باندھی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر حد جاری فرمائیں گے، البتہ اگر اس کا یہ الزام صحیح ثابت ہو جائے تو اور بات ہے۔''

بہت سے جہلاء کو فحش کلامی میں مبتلا دیکھا گیا ہے، ایسی گندی باتیں کہتے

اور ایسے الزامات لوگوں پر لگاتے رہتے ہیں کہ وہ ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے حق میں مضرت رساں ونقصان دہ ہوتے ہیں۔

حالانکہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ کوئی اچھی بات کرنی ہو تو کرے ورنہ بس خاموش رہے۔''

قرآن کریم میں ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ O

ترجمہ: (آدمی) زبان سے کوئی لفظ نہیں بولتا مگر اس کے سامنے ایک فرشتہ تاک لگائے بیٹھا ہوتا ہے (تاکہ لکھ لے)۔

(اگر اس آیت کا آدمی کو استحضار ہو جائے تو پھر آدمی لغو ولایعنی باتوں سے اپنے کو خوب بچا سکتا ہے، واقعتاً ہمارے اس زمانہ میں فضول گوئی، بلکہ بدگوئی سے اچھی اچھی اور اچھے اچھے لوگوں کی محفلیں بھی خالی نہیں، آدمی کو زندگی کی قیمت کا احساس ہو جائے تو پھر اس کے لئے اس زندگی میں ضروری دنیوی باتوں کے لئے بھی فرصت نکالنا مشکل ہو جائے گا، چہ جائیکہ ہر ایک کے رونے اور سارے جہاں کے قصوں میں وقت گنوا سکے)۔

کہتے ہیں کہ رابعہ بصریہؒ سے کسی خاتون نے پوچھا کہ ہم اتنے دنوں سے آپ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں لیکن ہم نے آپ کی زبان سے کبھی شیطان تک کی برائی نہیں سنی، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے منہ میں زبان رکھی ہے، اسے اللہ کی تعریف کیلئے استعمال کروں یا شیطان کی برائی کے لئے؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف شیطان کی برائی سے بہتر مشغلہ ہے۔

(کاش کہ ہمیں اپنے مابعد الموت کی حقیقت اور اس کے درست کرنے

کے لئے زندگی کا قیمتی پونجی ہونا سمجھ میں آجائے، تاکہ ہم بے سروسامانی کا دن آنے سے پہلے اسکے لئے ساز وسامان کرسکیں، شیخ فریدالدین عطارؒ کا شعر ہے۔

بہ طبعم ہیچ مضموں بہ ز لب بستن نمی آید
خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمی آید

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! نجات کس چیز میں ہے؟ ارشاد فرمایا کہ: ''اپنی زبان پر قابو پالے (کہ اس سے خیر کے علاوہ کچھ اور نہ نکلے) تیرا گھر تجھے کافی ہو جائے (یعنی بلا ضرورت باہر نہ گھوما کر) اور اپنی نافرمانیوں اور گناہوں کو سوچ سوچ کر اس پر رویا کر (اور یاد رکھ!) اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جو سخت دل ہو (کہ نہ کوئی حادثہ اس پر اثر کرے، نہ کسی واقعہ سے سبق پکڑے، بس یونہی غفلت میں پڑا رہے)۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی آخرت کی فکر نصیب فرمائے، آمین

مالِ غنیمت میں خیانت کرنا

(یعنی بیت المال یا زکوٰۃ کے اموال میں خیانت کرنا)

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ، وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَاغَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: اور کسی بھی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ خیانت کرے، اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ اس چیز کو جسکی اس نے خیانت کی ہے قیامت کے دن لے کر آئیگا۔

ارشادِ نبویؐ ہے کہ ''دھاگہ اور سوئی (بھی اگر کسی کو دینا ہوتو) دیدو اور خیانت سے بچو۔

چوری کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْآ اَیْدِیَھُمَا جَزَآءً بِمَا کَسَبَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ، وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ○

ترجمہ: چور، چورنی کا ہاتھ کاٹ ڈالو، بطور ان کی کمائی کے بدلے کے، سزا ہے اللہ کی طرف سے، اور وہ بڑا غالب اور دانا ہے۔

حدیث میں ہے کہ: ''چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ چور کا ہاتھ ربع (چوتھائی) دینار کے چرانے پر بھی کاٹا جائے گا بلکہ اس سے کم پر بھی، لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ ربع دینار سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، ایک اور روایت میں ہے ''ربع دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ دو اس سے کم پر مت کاٹو''

اس وقت دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا، اس لئے ربع دینار کا مطلب یہ ہوا کہ تین درہم یا اتنی قیمت کی کوئی شے اگر چوری کرے گا تب تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس سے کم پر (چاہے قاضی کوئی اور سزا دیدے، لیکن حد جاری کرتے ہوئے قطع ید کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (۱)

---

(۱) یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کم سے کم دس درہم کی چوری پر چوری کی سزا نافذ ہوگی، اس لئے کہ بعض روایات میں ایسا ہی مضمون وارد ہوا ہے، نیز اس لئے کہ حدیث میں مہر کی کم سے کم تعداد دس درہم بتائی گئی ہے اور مہر عورت کے گویا عضو مخصوص کا عوض ہوتا ہے تو ہاتھ بھی ایک عضو ہے، وہ بھی کم از کم اسی مقدار کی چوری پر کٹنا چاہئے۔ حدود وعقوبات کے مسئلہ میں شریعت نے بڑی احتیاط کو روا رکھی ہے اور احناف کے مسلک میں احتیاط زیادہ ہے، اس لحاظ سے بھی امام ابوحنیفہ کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے۔ (خ۔ رحمانی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنومخزوم کی ایک عورت نے کوئی چیز مستعار لے کر پھر انکار کردیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو) آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا، اسکے بعد اسامہ بن زیدؓ نے آپکی خدمت میں حاضر ہوکر اسکے بارے میں سفارش کی، انکی بات سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اسامہ! میں اللہ کی حدود کے معاملے میں تیری سفارش قبول نہیں کروں گا'' پھر آپ تقریر کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب صرف یہی ہے (کہ وہ حدود اللہ کے قیام اور عدل وانصاف جیسے اہم معاملات میں بھی جانبداری سے کام لیتے تھے) چنانچہ اگر شریف آدمی چوری کرتا تھا تو چھوڑ دیتے اور ضعیف وکمزور یہی غلطی کرتا تو اسکے ہاتھ کاٹ دیتے۔ اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالتا'' چنانچہ اسکے بعد اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔

کس قدر احکام خداوندی کا احترام ولحاظ نگاہِ نبوت میں تھا: فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا ۔

عبدالرحمٰن بن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے فضالہ بن عبید سے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے گلے میں لٹکا دینے کے بارے میں پوچھا کہ آیا وہ سنت سے ثابت ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے اس کے ہاتھ کٹوائے اور حکم دیا کہ اس کو گردن میں لٹکا دیا جائے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ چور کا محض توبہ کر لینا اس کے لئے نافع نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ وہ چرایا ہوا مال واپس کردے (بشرطیکہ مالِ مسروقہ اس کے پاس موجود ہو) اور اگر وہ مفلس ونادار ہے تو اتنا تو کرے کہ صاحب حق سے معاف کروائے، واللہ واعلم۔

ڈاکہ ڈالنا اور رہزنی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۔ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌo

ترجمہ: بے شک جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انھیں قتل کر ڈالو یا سولی چڑھا دو، یا ان کے ہاتھ پیر مخالف طور پر کاٹ ڈالے جائیں، یہ تو ان کی دنیوی سزا تھی اور آخرت میں ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

واحدی فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو اللہ ورسول کی نافرمانی کرے وہ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ میں داخل ہے۔ اور قتل، چوری اور قافلوں کو لوٹنا اور ڈاکہ زنی کرنا يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا میں داخل ہے (اور انہیں مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق سزا دی جائے گی، پھر اگر وہ اپنے اس عمل سے بصدقِ دل توبہ کرلیتے ہیں تب تو ٹھیک ہے ورنہ آخرت کی سزا اور بھی خطرناک ودردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدرت سے تمام معاصی سے محفوظ رکھیں اور لطف وکرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین)

جھوٹی قسم کھانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ خدا کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑا سا مال حاصل کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف (بنظرِ رحمت) دیکھے گا، اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہ آیت دو شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ وہ ایک زمین کے بارے میں باہم جھگڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، مدعیٰ علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا، اس وقت وحی آئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے ذریعہ مدعی کے حق کو ثابت اور مدعیٰ علیہ کی جھوٹی قسم کو واضح فرمادیا۔

اشعث کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی، کیوں کہ ایک زمین میرے اور ایک یہودی کے درمیان میں مشترک تھی۔ بعد میں اس نے میری شرکت کا انکار کردیا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھ سے گواہی طلب کی، میں پیش نہیں کرسکا، آپ نے (حسبِ اصول) یہودی سے قسم کھانے کو فرمایا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

(اسے آخرت کا کیا ڈر) یہ قسم کھا کر میری زمین لے کر چلتا بنے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی، تا کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال دبا لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے۔''

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے ارشاد فرمایا ''اگر کسی شخص نے کسی مسلمان کا حق (جھوٹی قسم کے ذریعہ) ہڑپ کرلیا تو اللہ نے اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کردیا ہے۔''

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا ''تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کا تذکرہ فرمائے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' آپؐ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ تو تباہ و برباد ہوگئے، آخر یہ کون لوگ ہوں گے؟ ارشاد فرمایا ''ٹخنے سے نیچے کپڑا پہننے والا، احسان جتانے والا، جھوٹی قسم کے ذریعہ کمایا ہوا مال خرچ کرنے والا۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کبیرہ گناہ یہ ہیں: شرک، والدین کی نافرمانی، ناحق قتل اور جھوٹی قسم۔''

اسی طرح غیر اللہ کی قسم کھانے پر بھی بہت شدید وعیدیں آئی ہیں، جیسے کعبہ کی، یا نبی کی، یا فرشتہ کی، یا آسمان کی، یا زمین کی، یا پانی کی، یا امانت داری کی، یا روح، یا سر کی، یا بادشاہ کی زندگی، یا کسی قبر کی قسم کھانا۔''

حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے والدین کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، کسی کو قسم کھانا پڑے تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس شخص نے یوں قسم کھائی (اگر یہ معاملہ ایسا نہیں ہے تو) میں اسلام سے بری ہوں، تو اگر وہ جھوٹا ہے تو ویسا ہی ہوگیا جیسا کہ کہا ہے، اور اگر سچا ہے تو بھی صحیح طور پر تو اسلام کی طرف ہرگز نہیں لوٹے گا۔''

حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو سنا کہ کعبہ کی قسم کھا رہا ہے تو آپ نے اس سے فرمایا: ''غیر اللہ کی قسم مت کھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر و شرک کیا۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اگر کسی شخص نے لات و عزیٰ کی قسم کھائی تو اسے فوراً کلمہ پڑھ لینا چاہیے۔''

صحابہ کرام کی زبانوں سے کبھی جاہلیت کے واقعات کے ذکر میں سبقت لسانی سے غیر اللہ کی قسم کا کلمہ نکلتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ ''جلدی سے کلمہ پڑھ لو تاکہ اس کلمہ کا کفارہ ہوسکے جو زبان سے نکل گیا۔'' (اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بلا ارادہ زبانوں سے اس قسم کے الفاظ کے نکلنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجدید ایمان کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، چہ جائیکہ جان بوجھ کر آدمی ایسے الفاظ منہ سے نکالے۔ یہ ساری خرابیاں اصل میں علم کی کمی، کوتاہی کے نتیجے میں ہیں، کاش کہ ہم مسلمانوں کو اسکا احساس ہوجاتا اور ہم علم دین کی طرف کما حقہ توجہ کرتے، اللہ تعالیٰ ہی توفیق کے دینے والے ہیں)۔

ظلم کرنا

لوگوں کا مال ظلماً کھا جانا، یا غصب کرلینا، یا بلاوجہ مارنا، گالیاں دینا، زیادتی کرنا اور کمزوروں پر سختی کرنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَاتَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ○

ترجمہ: اور آپ یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال سے بے خبر ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○

ترجمہ: اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ کیسی جگہ ان کو جانا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور یہاں تک کہ جب ان کی گرفت کرتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں'' پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استدلالاً یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ، اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ○

ترجمہ: اور اس طرح آپ کے پروردگار کی پکڑ ہے جب کہ اس نے ایک ایسی بستی (والوں) کو پکڑا، اور یہ ظالم تھے، بیشک اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ کسی کے پاس اپنے (مسلمان) بھائی کی کوئی ایسی چیز ہو جو اس نے ظلماً رکھی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس دن کے آنے سے پہلے اپنا معاملہ اس سے صاف کرلے، (خواہ ادا کرے یا معافی مانگ کر) جس

دن نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم، بلکہ اگر اس کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہوں گے تو صاحب حق کو وہی دیدیے جائیں گے، ورنہ اس کی برائیاں اس کے سر پر لاد دی جائیں گی۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تم لوگوں کا باہم ظلم کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، الہٰذا کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کا امیر بنا کر روانہ کرتے وقت ان سے فرمایا تھا: ''مظلوم کی بددعاء سے بچتے رہو، کیونکہ اللہ کے اور اس کے درمیان کوئی آڑ نہیں'' (یعنی بلا تاخیر فوراً بارگاہ رب العزت میں پہنچ کر مقبول ہوجاتی ہے کسی نے اسی مفہوم کو یوں شعر کا پیراہن عطا کیا ہے:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعاء کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''اگر کسی شخص نے (مثلاً) دوسرے کی بالشت بھر زمین پر غاصبانہ وظالمانہ قبضہ کر رکھا ہے تو قیامت کے دن وہ ساتوں طبق سمیت اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی''۔

بعض کتب (سماویہ) میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ''میرا غصہ اس وقت بھڑک جاتا ہے جب کوئی شخص کسی ایسے شخص پر ظلم کرے جس کا میرے علاوہ کوئی اور مددگار نہ ہو۔''

اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے: کمزوروں پر ظلم مت کرو، ورنہ تم بدترین طاقتور سمجھے جاؤگے، تورات میں ہے کہ قیامت کے دن پل صراط کے پیچھے سے

آواز آئے گی، اے ظالمو! سرکشو! اور اکڑنے والو! سنو! آج اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ اس پل پر سے کوئی ظالم وجابر شخص گذر نہیں سکے گا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا ''تم لوگ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم اسے مفلس سمجھتے ہیں جس کے پاس نہ پیسہ ہو نہ سامان ہو، آپ نے فرمایا: ''اصل میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز وروزہ، زکوۃ وحج اور بہت سارے اعمال کے ساتھ حاضر ہوا ہو، مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہو کہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی کی آبرو کو نقصان پہنچایا ہے، کسی کا مال لیا ہے اور کسی کا خون بہایا ہے، چنانچہ کچھ اعمال اس کو دیدیے جائیں گے اور کچھ اسکو، اور ابھی حقدار کے حق پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور اس کے سر ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ لاد کر جہنم میں ڈھکیل دیا جائے۔ (حقیقی مفلس اور غریب یہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہمیں اپنی حقیقی غربت وافلاس کا احساس اور اس سے بچنے والے اعمال واشغال میں لگنا نصیب فرمائیں)۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو انہیں سیدھا کھڑا کردیا، انھوں نے اپنے سر آسمانوں کی جانب اٹھا کر کہا اے پروردگار! تو کس کے ساتھ ہے؟ ارشاد ہوا، میں مظلوم کے ساتھ ہوں جب تک کہ اس کا حق اسے ادا نہ کردیا جائے۔

حکایت: وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک ظالم مالدار نے اپنا ایک عالی شان محل تعمیر کرایا، اتفاق سے ایک بڑھیا نے اس کی ایک جانب اپنے رہنے کے لئے ایک جھونپڑا بنالیا، ایک دن وہ ظالم گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے محل کے اطراف گھوم رہا تھا کہ اس کی نظر بڑھیا کی اس جھونپڑی پر پڑی، اس نے پوچھا

یہ کس نے بنایا؟ بتایا گیا کہ فلاں بڑھیا نے اپنے ٹھکانے کے طور پر بنالیا ہے، اس نے اس کے انہدام کا حکم دیا، چنانچہ وہ ڈھادیا گیا، پھر جب بڑھیا وہاں پہنچی تو اسے ٹوٹا ہوا پاکر بہت پریشان ہوئی، تحقیق کرنے پر اسے پتہ چلا کہ اس ظالم امیر نے توڑ دیا ہے، اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے رب! میں جب یہاں موجود نہیں تھی تو تو کہاں چلا گیا تھا؟ (اسی وقت اللہ کی رحمت کو جوش آیا، اور) اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس محل کو گھر والوں سمیت اٹھا کر پلٹ دیا جائے۔

حکایت: کہتے ہیں کہ کسریٰ نے اپنے بچہ کی تربیت کے لئے ایک معلم رکھا تھا، وہ معلم ہر وقت تہذیب وسلیقہ اور مختلف علوم سکھاتا رہا یہاں تک کہ وہ لڑکا نہایت قابل اور صاحب علم وفہم ہوگیا تو ایک دن اس معلم نے اسے بلایا اور بغیر کسی وجہ کے اسکی زبردست پٹائی کردی لڑکا اس وقت کچھ نہیں کرسکتا تھا البتہ وہ دل میں استاد کے اس معاملے کی وجہ سے کینہ رکھنے لگا، یہاں تک کہ کسریٰ کا انتقال ہوگیا اور یہ شہزادہ اس کی جگہ بادشاہ بن گیا، اب اس کے لئے موقع تھا کہ استاد کی اس زیادتی کا انتقام لے، اس نے استاد کو سر دربار طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ فلاں دن فلاں مقام پر آپ نے بلا کسی وجہ اور سبب کے کیوں پٹائی کی تھی؟! اس نے کہا دیکھئے بادشاہ سلامت! جب آپ میں تمام کمالات پیدا ہوگئے اور آپ گوناگوں خوبیوں کے مالک بنے تو مجھے یقین ہوگیا کہ آپ اپنے والد کے جانشین بنیں گے، اس لئے مجھے خیال ہوا کہ میں آپ کو مار کھانے اور ظلم سہنے کی تکالیف کا اندازہ کراؤں تاکہ اسے یاد رکھ کر آپ اپنے دور حکومت میں کسی پر ظلم نہ کریں۔ وہ استاد کی اس حسن تدبیر اور خیر خواہی سے بہت خوش ہوا اور انہیں انعام سے نواز کر رخصت کردیا۔

ظلم کی ایک شکل یتیم بچوں کا مال لے لینا ہے (حالانکہ یہ بری بات بڑی خیانت وزیادتی ہے، علی العموم ہمارے اس دور میں اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگ، بلکہ وہ حضرات بھی جو دیندار اور علم دوست کہلائے جاتے ہیں اس معاملے میں دین وعلم سے بہت دور ونفور نظر آتے ہیں اور باپ کی وفات کے بعد شرعی تحقیق، فقہی تقسیم کے بغیر ہی قبضہ جما کر بیٹھ جاتے ہیں اور خدا جانے کتنے حیلے ہیں، جو اس سفاکی وجلادی کے جواز کے لئے تصنیف کررکھے ہیں، حالانکہ اگر غور کیا جائے تو تقسیم میراث کے علاوہ تمام احکام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اجمالاً بیان کرکے اس کی تفصیل اور طریقہ عمل کی وضاحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کرائی، برخلاف مسئلہ فرائض (تقسیم میراث) کے کہ اس کی تفصیلات وجزئیات کو قرآن پاک میں نہایت بسط وشرح سے بیان فرمایا گیا ہے، کہیں اس طرح ارشاد ہے: "اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ..... اور کہیں اس عجیب شان سے کہ لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں استفتاء کرتے ہیں، آپ فرمایئے، اس بارے میں تو اللہ خود فتویٰ دیتا ہے وغیرہ۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا کہ بڑے اہتمام وپورے استحکام کے ساتھ مسائل میراث بیان کردیئے بلکہ اس کی مخالفت کرنے اور اس کے خلاف عمل کرنے والوں کو سخت ترین تہدید اور بدترین وعید سنائی کہ "جو کوئی اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی قائم کی ہوئی (میراث کی) ان حدود سے تجاوز کرجائے تو اس کو جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل کردیا جائے گا اور اس کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔"

اس وعید شدید کے بعد تو مسلمانوں کو میراث کے معاملے میں کس قدر محتاط ہونا چاہئے تھا؟ مگر اس زمانہ کے دینی فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ علی

العموم چند عبادات کے بڑھانے کا نام دینداری رکھ لیا گیا ہے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ: فضائل کا بڑھانا آسان ہے مگر رذائل کا گھٹانا مشکل ہے، کیوں کہ فضائل کے بڑھ جانے میں نفس کو کم از کم یہ امید ضرور ہے کہ لوگوں میں اس کی نیکی کا چرچا ہوگا۔

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حضرت حاجی امداد اللہؒ کی ایک تسبیح یہ کہہ کر پیش کی گئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے وصیت فرمائی تھی، ارشاد فرمایا: کس حالت میں وصیت فرمائی تھی، حالتِ صحت میں یا مرض میں، کیوں کہ مرض الوفات کی وصیت عند الفقہاء معتبر نہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ نابالغ بچہ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں، اس لئے ورثاء میں اگر کوئی نابالغ یا نابالغہ ہو تو اس کے حصہ کو مختص کر کے حسب تصریح فقہاء عمل کیا جائے (چونکہ یہ احکام نہایت مفصل اور اس کی شکلیں مختلف ہیں اس لیے ہر شخص اپنی صورت حال واضح کر کے اہل علم سے دریافت کر لے)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مظالم میں یہ بدترین ظلم ہے، ہمیں اس سے احتراز واحتیاط ضروری ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”مظلوموں کی دعاء بادلوں کے اوپر اٹھائی جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری عزت وجلال کی قسم، میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ (تیری ہی مصلحتوں کے مدنظر) کچھ دیر ہو جائے۔

اسی طرح ظلم کی ایک شکل یہ ہے کہ مزدور سے کام لے کر مزدوری نہ دینا، یا کم دینا، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین آدمیوں سے قیامت کے دن جھگڑوں گا (۱) جس نے مجھ سے بغاوت کی (۲) جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی رقم کھائی (۳) اور جس نے کسی سے کچھ

کام لیا اور اس کی اجرت نہ دی۔

حکایت: بعض بزرگوں سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ بغل میں سے کٹا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو، میں اس کے قریب پہنچا اور اس سے پوچھا کہ بھئی کیا قصہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک ظالم پہلوان کے دوستوں اور حاشیہ برداروں میں سے تھا، ایک مرتبہ میں جارہا تھا، راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص کے پاس ایک زبردست مچھلی ہے، میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے دے دے، اس نے انکار کیا اور کہا میں نے اسے پیسے دے کر اہل وعیال کے لئے خریدا ہے، تمہیں نہیں دوں گا، مگر میں چونکہ پہلوانوں کے ساتھ رہا کرتا تھا، کمزوروں اور تہی دستوں پر ظلم کر کے انہیں کنگال کرنا تو ہمارا شیوہ تھا ہی، میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک دھول رسید کیا اور مچھلی لے کر چلتا بنا، راستہ میں مچھلی نے میری انگلی کو دانت سے دبا دیا جس سے مجھے شدید تکلیف ہوئی، خیر کسی طرح اسے گھر پہنچایا، مگر میری شدتِ تکلیف بڑھتی ہی رہی یہاں تک کہ صبح ڈاکٹر کے پاس گیا، اس نے کہا کہ انگلی کو کاٹ دینا ضروری ہے ورنہ زہر ہاتھ میں پہنچ سکتا ہے۔ میں نے فوراً انگلی کٹوا دی، اب میرے ہاتھ میں درد شروع ہو گیا، ڈاکٹر نے اس کا کاٹنا بھی تجویز کیا، یہاں تک کہ میرا ہاتھ بغل سے کاٹ دیا گیا۔

اس کے بعد میری ملاقات ایک دوست سے ہوئی اس نے کہا تم نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا تھا؟ میں نے اس کو مچھلی کا سارا قصہ سنایا، انھوں نے کہا کہ اگر تم پہلی ہی تکلیف میں مچھلی والے سے معافی مانگ لیتے تو یہ نوبت نہ آتی، اب بھی کچھ نہیں گیا اس سے جا کر معافی مانگ لو، ورنہ یہ نوبت آئے گی کہ اس طرح تمہارا سارا جسم کاٹ کاٹ کر پھینک دیا جائے گا، میں نے فوراً اس کی تلاش

شروع کی، چنانچہ اس سے ملاقات ایک جگہ ہوگئی، میں فوراً اس کے قدموں میں گر پڑا، اور معافی مانگنے کا میں نے اسے سارا قصہ یاد دلایا اور اپنا ہاتھ نکال کر بتلایا، وہ بے چارہ آبدیدہ ہوگیا اور معاف کردیا۔ میں نے اس سے پوچھا، تم کو اللہ کی قسم! یہ بتاؤ کہ جب میں نے ظلم سے مچھلی چھین لی تھی تو تم نے بددعا تو نہیں کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں میں نے کہا تھا اے اللہ! اس شخص نے اپنی طاقت و قوت کا استعمال کرکے مجھ غریب کی پونجی چھین لی ہے، اب تو مجھے اپنی طاقت دکھلا۔ میں نے کہا میرے بھائی تم نے اب اللہ کی قدرت دیکھ لی ہے کہ کس طرح اس نے میرے ظلم کا انتقام لیا اور عاجز بنا کر تمہارے قدموں میں ڈالا، میں توبہ کرتا ہوں کہ آج سے کسی پر ظلم نہیں کروں گا۔ انشاء اللہ

بدعت کا بیان

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی سب باتیں بندوں کو بتلادی ہیں خواہ اصول کلیہ کے طور پر ہوں یا تفریعات جزئیہ کے طور پر ہوں، اسلئے اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو جو نہ نصوص میں منصوص ہو، نہ ان سے مستنبط ہو، بدعت کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور حصہ اول ص ۹۴، بیان القرآن)

چنگی لینا

(ناجائز) ٹیکس کا عائد کرنا اور اسے ظلماً وصول کرنا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے:

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ترجمہ: الزام تو صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق زیادتی کرتے پھرتے ہیں، انہی لوگوں کو عذاب الیم ہوگا۔

اور ٹیکس ظلم کی بدترین قسم ہے، کیونکہ وہ ناحق طور پر لیا جاتا ہے اور غیر مستحق کو دیا جاتا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صاحب ٹیکس (ٹیکس وصول کرنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔ اور ایسا اس وجہ سے ہوگا کہ اس شخص پر بندوں کے مظالم کی ذمہ داری عائد ہوگی اور لوگ اپنے حقوق طلب کریں گے تو قیامت کے دن کہاں سے لا کر ان لوگوں کے حقوق ادا کرے گا جن سے ظلماً ٹیکس وصول کرچکا تھا، نتیجہ یہی ہوگا کہ اس کی نیکیاں اگر کچھ ہوں گی تو وہ ان حقداروں کو دیدی جائیں گی ورنہ ان کے معاصی کا انبار اس کے سر پر لاد کر جہنم رسید کردیا جائے گا۔

درحقیقت مکاس (ٹیکس نافذ کرنے اور وصول کرنے والا) لٹیروں اور ڈاکوؤں کی مانند ہے جو راستہ چلتے بے قصوروں پر حملہ آور ہوکر ان کے اموال ومتاع پر غاصبانہ قبضہ کر بیٹھتے ہیں اور اس محکمہ کے سب ہی لوگ یکساں طور پر

حرام خور ہیں، اور حدیث میں ہے کہ: ”جس شخص کا جسم حرام (غذا) سے پرورش پایا ہو، وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، جہنم اس کے لئے بہتر ہے۔“

واحدی نے ایک آیت کی تفصیل میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! پہلے میں شراب کا کاروبار کیا کرتا تھا، اس وقت کا کمایا ہوا کچھ نفع میرے پاس ہے، اگر میں اس کو راہِ خدا میں صرف کردوں تو کیا یہ خرچ کرنا مجھ کو نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: ”اگر تو اس کو جہاد، حج اور صدقہ (جیسے اہم مصارفِ خیر) میں بھی صرف کرے گا، تب بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ تو بس حلال اور طیب چیزوں کو قبول فرماتا ہے۔“ چنانچہ آپ کے اس قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ۔

ترجمہ: آپ فرمایئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوسکتا اگرچہ ناپاکوں کی کثرت آپ کو متعجب کردے۔

مظلوم کی بددعاء

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعاء سے بچتے رہو، کیونکہ اس کی دعاء اور اللہ (کی طرف سے مقبولیت) کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں۔ (مسلم شریف)

حرام مال کھانا

ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ۔

ترجمہ: تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کا مال غیر جائز طریقوں سے مت کھاؤ۔

(یعنی جھوٹی قسم کھا کر یا دھوکہ دے کر یا کسی اور غلط طریقہ سے دوسرے کا مال لے لینا اور مال کا باطل طور پر کھانا دو طرح سے ہوتا ہے۔

اول یہ کہ غصب، خیانت اور چوری جیسے ظالمانہ طریقہ سے حاصل کرنا۔

دوسرے یہ کہ دل لگی، کھیل، جوا وغیرہ جیسے جاہلانہ طریقہ سے حاصل کرنا۔

حدیث میں ہے کہ بعض لوگ اللہ کا مال تھوڑا تھوڑا کر کے ناحق جمع کر لیتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہے۔“

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ایک آدمی لمبی مسافرت میں ہے، بال بکھرے ہوئے اور کپڑے گردآلود، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب! یارب! کہہ رہا ہے، مگر اس کے کپڑے حرام کے ہیں، اس کا کھانا پینا حرام کا ہے تو کیسے اس کی دعاء قبول ہوگی۔“ (حرام خوری آدمی کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے حتیٰ کہ اس کی دعائیں تک قبول نہیں کی جاتیں)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! دعاء فرمایئے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں، (یعنی

میری ہر دعا، قبول ہونے لگے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے انس! اپنی کمائی پاکیزہ رکھ تیری دعا ضرور قبول ہوگی، کیونکہ جب آدمی ایک لقمہ حرام کا کھا لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔''

ایک حدیث میں ہے کہ'' بیشک دنیا بہت میٹھی اور سرسبز ہے لیکن جس شخص نے اس میں سے حلال کمایا اور حدود میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اس کو جزا دیں گے اور اسے جنت کا وارث بنائیں گے، اور جس نے حرام کمایا اور ناحق برباد کیا، اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کے گھر (جہنم) میں داخل کردیں گے۔''

ایک اور حدیث میں ہے'' جس شخص کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کہاں سے کمارہا ہے (یعنی حلال یا حرام) اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی پرواہ نہیں کہ کس دروازہ سے اس کو جہنم میں داخل کرے۔'' (یعنی پوری بے توجہی کے ساتھ قیامت کے دن اسے جہنم رسید کردیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس غفلت ولاپروائی سے بچائے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' تمہارے منہ میں مٹی بھردی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ حرام کا ایک لقمہ اس میں جائے۔''

یوسف بن اسباط فرماتے ہیں کہ جب کوئی جوان آدمی خوب عبادت کرنے لگتا ہے تو شیطان اپنے اعوان وانصار سے کہتا ہے کہ اس کی روزی دیکھو کہ وہ کھاتا کہاں سے ہے؟ پھر اگر اس کا کھانا حرام ہے تو وہ ان سے کہتا ہے کہ اس کو چھوڑ دو کوئی فکر نہ کرو، حرام غذا کے ساتھ اس کا طاعات وعبادات میں اس قدر محنت وکاوش کرنا اس کو کوئی نفع نہیں دے گا۔

روایت میں آیا ہے کہ بیت المقدس پر ایک فرشتہ مقرر ہے وہ ہر روز دن میں ایک مرتبہ اور شب میں ایک مرتبہ یہ آواز لگاتا ہے، جو شخص حرام غذا کھائے

اللہ تعالیٰ اس کی عبادات میں سے نہ نفل قبول فرمائیں گے نہ فرض۔

حضرت ابن مبارکؒ فرماتے تھے کہ مجھے ایک درہم کا مشتبہ ہونے کی وجہ سے لوٹا دینا ایک لاکھ درہم خیرات کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ'' جس نے مال حرام سے حج کیا جب وہ ''لبیک اللّٰھم لبیک'' کہتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے نہ تو حاضر ہے اور نہ مبارک ہے، بلکہ تیرا حج بھی نامقبول ہے۔''

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے کوئی کپڑا (مثلاً خریدا) ایسے مال سے کہ اس میں کچھ حرام بھی ہے تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتے۔

وہب بن الوردؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو رات بھر عبادت کرے تو تجھے کچھ نفع نہیں ہوگا، جب تک کہ تو اس کا خیال نہ رکھے کہ تیرے پیٹ میں حلال روزی جارہی ہے یا حرام؟

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پیٹ میں حرام غذا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتے، البتہ توبہ کرلے تو اور بات ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ نیکی میں حرام مال خرچ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی پیشاب کے ذریعہ کپڑے کو پاک کرنا چاہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے نو حصے اس ڈر سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں حرام میں نہ پڑجائیں۔

کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوسکتا جو حرام سے پلا ہو۔''

علماء نے لکھا ہے کہ اس وعید شدید میں ٹیکس وصولنے والا، خیانت کرنے

والا، دھوکہ دینے والا، چوری کرنے والا، سود کھانے والا اور کھلانے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، کوئی چیز مستعار لے کر انکار کرنے والا، رشوت کھانے والا، ناپ تول میں کمی کرنے والا، عیب دار چیز کو دھوکہ دے کر بیچ دینے والا، جوا کھیلنے والا، جادو کرنے والا، غیب کی خبریں بتانے والا، تصویر بنانے والا، زنا کرنے والا، قحبہ خانہ چلانے والا، اور آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے والا، وغیرہ سب داخل ہیں۔

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ جبل تہامہ جیسے اعمال لے کر آئیں گے، جب انہیں ان کے اعمال کے قریب لایا جائے گا تو اعمال گرد و غبار بن جائیں گے پھر انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیسے اور کیوں ہوگا؟ فرمایا کہ "وہ لوگ دنیا میں نماز پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، زکوٰۃ دیتے تھے اور حج کرتے تھے، اس کے باوجود جب انہیں کوئی حرام چیز پیش کی جاتی تو قبول کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط کر دیئے۔

حکایت: سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جسے آپؓ نے مکاتب بنا دیا تھا، چنانچہ وہ روزانہ محنت کر کے بدلِ کتابت آپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، آپ اس سے پوچھتے تھے کہ کہاں سے لایا ہے، اس کے جواب کے بعد اگر اطمینان ہوتا تو لے لیتے ورنہ نہ لیتے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ وہ کچھ کھانا لایا، آپ نے کھانا شروع کر دیا، ابھی ایک نوالہ کھایا ہی تھا کہ وہ غلام کہنے لگا، آج آپ نے پوچھا نہیں کہ کہاں سے لائے؟ فرمایا اب بتا دے، اس نے عرض کیا حضرت! اصل میں بات یہ ہے کہ میں جہالت کے زمانہ میں لوگوں کو کچھ غیب کی باتیں سنا دیا کرتا تھا حالانکہ مجھے وہ فن آتا ہی نہیں تھا، بس دھوکہ دیدیا کرتا تھا۔ ایک آدمی کو اسی طرح ایک بات بتلا دی تھی، ایک زمانہ کے بعد اس

سے ملاقات ہوئی اور اس نے بطور معاوضہ کے کچھ دیدیا، یہ سننا ہی تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت متغیر ہوگئی، فرمانے لگے قریب تھا کہ تو مجھ کو ہلاک کر دیتا، پھر حلق میں انگلیاں ڈال کر وہ لقمہ اگلنے کی کوشش کی، کسی نے کہا خوب پانی پی کر نکالا جا سکتا ہے، چنانچہ آپؓ نے پانی منگایا اور پی پی کرتے رہے یہاں تک کہ پیٹ میں جو کچھ تھا سب نکل آیا، لوگوں نے کہا حضرت! اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ ساری مشقت و تکلیف صرف اسی لقمہ کے لئے تھی؟ فرمایا اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تو اللہ کی قسم ضرور نکالتا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ "جو جسم حرام غذا سے پرورش پائے جہنم اس کے لئے بہتر ہے۔"

(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ میں ہم لوگوں کے لئے نہایت عبرت موجود ہے، ہم میں اور صحابہؓ میں فقہ و فہم کا اتنا بڑا فرق ہے کہ صحابہؓ نواہی سے ادنیٰ قسم کی مشابہت کو بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، ہم اس قسم کے ارشادات کی تاویل و تشریح میں ایسے الجھتے ہیں کہ حقیقت امر فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ اللّٰھم ارزقنا اتباعھم)

خودکشی کرنا

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۝

ترجمہ: اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔

واحدیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل مت کرو، تم لوگ چونکہ ایک ہی دین کے پرستار ہو اس لئے کسی کا دوسرے کو قتل کرنا خود اپنے کو قتل کرنے کے مترادف ہے، یہ قول اکثر مفسرین کا ہے۔

لیکن بعض دوسرے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت کا مطلب خودکشی سے منع کرنا اور اس کی حرمت کی وضاحت کرنا ہے۔ چنانچہ اس قول کی دلیل اس حدیث سے بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل میں مجھے ایک نہایت ٹھنڈی رات میں احتلام ہو گیا، شدت برودت کی بنا پر غسل کی ہمت نہیں ہوتی تھی، مجھے ڈر لگا کہ اگر میں نہاؤں گا تو سردی مجھے ہلاک کر دے گی، چنانچہ میں نے تیمم کر کے ساتھیوں کے ہمراہ نماز صبح پڑھ لی، بعد میں میں نے اس واقعہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ”حالت جنابت میں تم نے نماز پڑھ لی؟“ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل کے بدلے تیمم کرنے کی وجہ بیان کر دی (کہ سردی کی شدت اس قدر تھی کہ ہلاکت کا اندیشہ تھا) پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا ہے: لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور کچھ نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے

معلوم ہوا کہ عمرو بن العاصؓ نے اس آیت میں لفظ ”قتل نفس“ کی تفسیر خودکشی سے فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار بھی نہیں فرمایا۔

جندبؓ بن عبد اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ”بنی اسرائیل میں ایک شخص کو کوئی زخم ہو گیا تھا (ایک دن) وہ اس کی تکلیف سے بے چین ہو گیا اور چھری لے کر جلدی سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، خون بے تحاشہ بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں عجلت مچائی (جسکی وجہ سے) اس پر جنت حرام ہے۔“

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو تلوار سے ہلاک کر لیا اسے دوزخ میں ایک تلوار دی جائے گی کہ وہ اس تلوار کو اپنے پیٹ پر مارتا رہے۔ اور جس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی اسے جہنم میں زہر دیدیا جائے گا کہ وہ اسے پھانکتا رہے۔ اور جس شخص نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کر لی اسے جہنم میں ایک پہاڑ سے گرایا جاتا رہے گا۔“

ایک حدیث میں ہے کہ ”مومن کو لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مانند ہے، اور مومن پر تہمت لگانا اسکے قتل جیسا ہے۔ اور اگر کوئی شخص خودکشی کرے گا تو جس چیز سے اس نے خودکشی کی ہے اس سے قیامت میں اس کو عذاب دیا جائے گا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے آپ کو تلوار کی دھار سے قتل کر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا ”وہ جہنمی ہے۔“

اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ ہمیں بہترین کاموں کی توفیق عطا فرمائیں اور نفس و شیطان کی شرارتوں اور اعمال کی قباحتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں آمین۔

جھوٹ کی عادت ڈال لینا

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ٥

ترجمہ: خبردار جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ٥

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھ جانے والے، جھوٹ بولنے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔

صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ ہی کی عادت ڈال لیتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو ''سچا'' شمار کر لیتے ہیں۔ (اسی طرح) جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے، آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ ہی کی عادت ڈال لیتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جھوٹا قرار دے دیتے ہیں۔''

صحیحین میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تین چیزیں منافق کی علامت ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے۔

(۱) بولے تو جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ چار خصلتیں جس شخص میں ہوں وہ پکا منافق ہے۔ اگر ان میں سے ایک ہو تو ایک خصلتِ نفاق اس میں ہے، جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔ (۱) امانت میں خیانت کرنا (۲) وعدہ خلافی کرنا (۳) جھگڑے میں بدگوئی کرنا (۴) جھوٹ بولنا۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کا تذکرہ کیا ہے یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ''پھر ہم ایسے شخص کے پاس آئے جو لیٹا ہوا تھا اور اس کے سرہانے ایک اور شخص تھا جو لوہے کی قینچی سے اس کے جبڑے اور آنکھیں گدی تک کاٹ رہا تھا، جب ایک طرف کاٹ چکتا ہے تو دوسری طرف کاٹتا ہے، ابھی ایک طرف پورے طور پر کاٹ بھی نہیں پاتا کہ دوسری طرف صحیح ہو جاتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا ''یہ کون ہے؟'' انہوں نے بتلایا کہ ''یہ شخص جھوٹ بولتا تھا اور ایسا سفید جھوٹ کہ زمین آسمان کے قلابے ملاتا رہتا تھا، اس کے ساتھ قیامت تک یہی معاملہ ہوگا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا (بلکہ) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ ''بربادی ہے اس کے لئے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بات (گھڑ کے) کہے۔ اس کے لئے بربادی ہے، اس کے لئے بربادی ہے، اس کے لئے بربادی ہے۔''

بدترین جھوٹ جھوٹی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَحْلِفُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ جان بوجھ کر اللہ کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''بہت بڑی خیانت ہے یہ بات کہ تو اپنے دوست کو کوئی ایسی بات کہے کہ وہ اس کے بارے میں تجھے سچا سمجھتا ہو اور تو جھوٹ بول رہا ہو۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر وہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی دروغ گوئی کے نتیجے میں پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ اس لئے مسلمان کے لئے سب سے بہتر اور مناسب صورت یہی ہے کہ اپنی زبان کو کلام سے محفوظ رکھے، کسی بات کے کہنے میں مصلحت معلوم ہو تو کہے ورنہ خاموش رہے، کیونکہ خاموشی سلامتی ہے اور سلامتی کے برابر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ کوئی خیر کی بات ہو تو کہے ورنہ خاموش رہے۔''

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''سب سے افضل مسلمان کون ہے؟'' آپؐ نے فرمایا ''جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔''

بہر حال اس طرح کی سیکڑوں احادیث ہیں جو جھوٹ کی برائی میں وارد ہوئی ہیں، ہم نے اشارۃً ان چند پر اکتفا کیا ہے۔ (اور حق تو یہ ہے کہ عقلمند اور سمجھدار آدمی کے لئے ایک وعید بھی اس خصلت بد سے حفاظت کے لئے کافی تھی چہ جائیکہ اس قدر مضمون بیان کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بصدق و اخلاص

عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین)

بعض بزرگوں سے پوچھا گیا کہ بنی آدم میں کتنے عیوب ہیں؟ انہوں نے فرمایا ناقابل شمار عیوب آدمی کے اندر ہیں، جہاں تک میں جمع کر سکا تو ان کی تعداد آٹھ ہزار ہے، البتہ میں نے ایک خصلت ایسی پائی ہے کہ اگر کوئی اس کو استعمال کرلے تو اس کے تمام عیوب کو چھپا لے گی، اور وہ ہے زبان کی حفاظت۔ (سبحان اللہ! یہ کس قدر جامع اور زریں اصول ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پارہ:۵، رکوع:۸)

ترجمہ: جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ تَعَلَّمَ وَ عَلَّمَ دُعِيَ فِي الْمَلَكُوْتِ عَظِيْمًا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علم حاصل کیا اور عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا وہ عالم الملکوت میں باعظمت نام سے پکارا جاتا ہے۔ (فیوضِ یزدانی ص ۵۴)

غلط فیصلے کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ○

ترجمہ: اور جو کوئی قرآن کے موافق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔

دوسری جگہ ایسے لوگوں کو ظالم اور فاسق بھی کہا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ خلاف شریعت فیصلہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قاضی (منصف) تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو جنتی ہے، باقی دونوں جہنمی۔ اور جس قاضی نے حق کو پہچان کر اس کے موافق فیصلہ کر دیا وہ جنتی ہے اور جس قاضی نے حق کو پہچان کر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا وہ جہنمی ہے۔ اور وہ قاضی جو بغیر علم کے فیصلہ کر دے وہ بھی جہنمی ہے۔

پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جہالت کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی کیا خطا ہے؟ فرمایا "یہی کہ اسے بغیر علم حاصل کے قاضی بننا ہی نہیں چاہئے تھا۔" (پھر کیوں بنا؟)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو قاضی بنا دیا گیا (گویا کہ) وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص قاضی بنے اسے چاہئے کہ ایک دن تو فیصلے کرے اور ایک دن اپنے آپ پر رونے بیٹھے۔ محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قاضیوں کا حساب لیا جائیگا۔ مکحولؒ فرماتے ہیں کہ

اگر مجھے قضا اور موت کے درمیان اختیار دیا جائے کہ میں چاہے عہدۂ قضا اختیار کروں یا پھر میری گردن ماردی جائے تو اپنی گردن کٹوانے کو قضا پر ترجیح دونگا۔

ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علماء کو دیکھا کہ جو جتنا بڑا عالم ہوتا ہے اتنا ہی منصب قضا سے بھاگتا اور ڈرتا ہے۔ سفیان ثوریؒ سے کہا گیا کہ شریح قاضی بن گئے، آپ نے فرمایا "ہائے کس شخص نے انہیں بہکا دیا۔" محمد بن واسعؒ کو بصرہ کے قاضی کی حیثیت سے بلایا گیا تو آپ نے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے کہلوایا اگر آپ یہ منصب قبول نہیں کریں گے تو میں کوڑے لگواؤں گا، ارشاد فرمایا اگر تو ایسا کرتا ہے تو تو بادشاہ ہے۔ (کر سکتا ہے) لیکن میرے نزدیک دنیا کی ذلت آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔(۱)

عامل حمص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا کہ شہر گر رہا ہے، عمارتوں کی داغ دوزی اور سڑکوں کی صفائی کی ضرورت ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں جواب میں لکھ بھیجا "اس کی عمارتوں کو عدل کے ذریعہ مضبوط کرو اور سڑکیں ظلم کے خاتمہ کے ذریعہ صاف کرو، والسلام۔"

علماء نے فرمایا ہے کہ حالت غصہ میں فیصلہ کرنا حرام ہے، اور یہ کہ جس قاضی میں علم کی قلت، نیت کی برائی، اخلاق کی کمزوری اور تقویٰ کی کمی ہو جائے تو اسکی بربادی یقینی ہے۔ اسے چاہئے کہ خود بخود اس عظیم عہدہ سے علیحدہ ہو جائے۔

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اپنے نفس پر اطمینان نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ حکمراں اس کو آزادانہ فیصلہ کرنے نہ دیں گے، نیز عہدۂ قضا کی حرص ہو، لیکن اگر اپنے نفس پر اطمینان ہو، دل میں اس عہدہ کی طلب اور حرص نہ ہو اور اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ حکمرانوں کے دباؤ کی وجہ سے اسے حق کے مطابق فیصلہ کرنا دشوار ہو جائیگا تو منصب قضا قبول کرنے میں مضائقہ نہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ربیؒ، شریحؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ ایسے ہی قضاۃ میں سے تھے۔ — ح رحمانی

رشوت ستانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طور پر نہ کھایا کرو، اور نہ اس کو حکام رسی کا ذریعہ بناؤ، رشوت میں دیکر، تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ نہ جائز طور پر کھانے لگو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''رشوت دینے والے اور لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔'' رشوت دینے والے کو مستحق لعنت اس لئے کہا گیا کہ اس کے رشوت دینے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ حاکم کسی دوسرے کا حق اس کو دیدے، یا اسے وہ چیز عطا کرے جس کا یہ مستحق نہیں۔ ہاں اگر رشوت رفع ظلم کے لئے دی گئی ہو تو پھر وہ دینے والا اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

اسی طرح رشوت دلانے والا بھی اس لعنت میں داخل ہے جیسا کہ ایک اور روایت میں اس کی وضاحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ادنیٰ تلوث سے بھی محفوظ رکھیں۔ (آمین)

عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں جیسے کپڑے پہنیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کا لباس پہنیں۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''بہت سی عورتیں نیم برہنہ رہنے والی، دوسروں کی طرف مائل ہونے والی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں۔ یہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھ سکیں گی۔''

(اس دور میں لباس، وضع قطع کے اعتبار سے تمام مسلمانوں میں عموماً اور دولت مند طبقہ میں خصوصاً بڑی بے اعتدالی پیدا ہو گئی ہے، مشرکین کی سی وضع قطع عام ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک بڑے طبقہ کو یہودیت نے اپنا آلہ کار بنالیا ہے تا کہ وہ لباس، وضع قطع اور دیگر امور معاشرت کے اسلامی آئین اور شرعی قوانین کی نہ صرف یہ کہ مخالفت کریں بلکہ اسکے اہتمام کو ''غلوفی الدین'' یا ''غیر مقصود'' قرار دیکر مستقل ایک محنت مسلمانوں کے ذہن سے اسکی اہمیت کو محو کرنے

کیلئے کرتے رہیں۔(۱) اگر غور کیا جائے تو یہ شیطانی حربوں میں سے ایک اہم ترین حربہ ہے، اور کسی قوم کو مٹانے کا یہ سب سے سہل اور آسان طریقہ ہے کہ اس قوم کے شعار واطوار کی حیثیت دھیرے دھیرے بدل کر اپنا شعار پورے معاشرے پر تھوپ دیا جائے۔

چنانچہ اس وقت مسلم معاشرے کی نوجوان لڑکیوں کا سو فیصد مردانی شکل اختیار کر کے بازاروں میں گھومنا اور مساوات کے خوشنما پرچم تلے جمع ہو کر بے دینی کے بامِ عروج تک پہنچ جانا اس قوم مسلمین کی ذہنی موت کی بیّن دلیل ہے۔

انقلاباتِ جہاں واعظ رب ہیں دیکھو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔ آمین)

---

(۱) ہائے افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اپنی روشن خیالی کے زعم میں نہ صرف وضع قطع اور لباس و پوشاک کے معاملے میں سنت نبویؐ سے گریزاں ہیں بلکہ اس کی تضحیک اور اس کے ساتھ تمسخر پر اتر آتے ہیں جو فقہی تصریحات کے مطابق "کفر" ہے۔ اعاذنا اللہ منہ
تج رحمانی

بیوی کی بدکاری پر نا گواری نہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، والدین کا نافرمان، دیوث، وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں پر جنت حرام کر دی ہے۔ شراب کے عادی پر، والدین کے نافرمان پر اور دیوث پر۔ (یعنی بیوی کی خباثت کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے راضی رہنے والا)۔

جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کی بیوی لوگوں سے غلط تعلقات کئے ہوئے ہے اور فواحش کی مرتکب ہے، اس کے باوجود بھی وہ اس کی محبت یا اس کے مال و دولت کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے اس مسئلہ کی طرف توجہ نہیں دیتا اور اسے نظر انداز کرتا رہتا ہے تو وہ بے غیرت ہے۔ جس شخص میں غیرت نہ ہو اس میں کسی قسم کی کوئی خیر نہیں ہوتی۔ (۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بلا سے محفوظ رکھیں آمین۔

---

(۱) فی زمانہ عورتوں کا کلبوں میں جانا، غیر محرم مردوں سے بے تکلف ملنا، ان سے ہاتھ ملانا اور دوستوں کا اس طرح بیٹھنا کہ ایک کی بیوی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے وغیرہ، دیوثیت ہی کی ایک جدید شکل ہے۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس بے حیائی اور بے غیرتی پر ترقی اور روشن خیالی کا دیدہ زیب لیبل لگا دیا گیا ہے۔
خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
تج رحمانی

مُحَلِّلْ اور مُحَلَّلْ لَہٗ

ترجمہ وترتیب اور توضیح مسئلہ: از مفتی عبدالغنی صاحب مظاہری
مدرس مدرسہ فیض العلوم سعید آباد حیدرآباد

مُحَلِّلْ، مُحَلَّلْ لَہٗ یہ دونوں عربی الفاظ ہیں جنکا لفظی ترجمہ یہ ہے، محلل، حلال کرنے والا، محلل لہٗ جس کے لئے حلال کیا جائے۔ اصلاحِ شریعت میں محلل اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی مطلقہ مغلظہ کو اس کے سابق شوہر کے لئے جائز کرنے کے واسطے اپنی منکوحہ بیوی بنائے، اور جس کے لئے جائز کیا جائے یعنی سابق شوہر اس کو محلل لہٗ کہا جاتا ہے۔ اس کتاب میں اس عمل کو مطلقاً گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے حالانکہ یہ عمل مطلقاً گناہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ اس میں بڑی تفصیل اور بڑی نزاکت ہے، ایک حیثیت سے یہ عمل جائز بن جاتا ہے تو دوسری حیثیت سے نہ صرف ناجائز بلکہ گناہ کبیرہ اور حرام ہو جاتا ہے، جس کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

توضیح مسئلہ: مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے تو قرآن وحدیث کا یہ فتویٰ ہے کہ وہی شوہر اپنی اس مطلقہ بیوی کو عدت کے اندر بغیر نکاح کے اور عدت کے بعد نیا نکاح کر کے رکھ سکتا ہے، اور اگر شوہر نے تین طلاق دیدیں تو پھر شوہر کے لئے یہ عورت حلال نہیں رہتی، اب اگر اس کو بیوی بنانا چاہے تو صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ یہ مطلقہ مغلظہ کسی دوسرے آدمی سے اپنا نکاح کرلے اور اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گذارنے

کے بعد اس دوسرے شوہر سے طلاق لے لے، یا وہ خود طلاق دیدے تو اب یہ پہلے شوہر کے لئے حلال اور جائز ہوگی، ورنہ نہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ دوسرا آدمی اس مطلقہ مغلظہ سے نکاح مستقلاً ازدواجی زندگی گذارنے کے ارادہ سے کرے، یا یہ کہ محض حلالہ کی غرض سے ایک دو دن کے واسطے کرے اور چھوڑ دے۔

ان دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں کوئی گناہ نہیں اور دوسری صورت میں گناہ ہوگا جب کہ بوقتِ نکاح یا قبل نکاح بعد میں چھوڑ دینے کی شرط لگائی جائے، یا خود نکاح کرنے والے نے نکاح ہمیشہ رکھنے کی غرض سے نہ کیا ہو، محض پہلے شوہر کے لئے حلال کرنے کے واسطے کیا ہو، یہ نکاح ایسا ہی ہوا جیسے کوئی نکاح کے وقت یہ شرط لگائے کہ تجھ سے میں صرف دو دن کیلئے نکاح کرتا ہوں، اس واسطے بغرض حلالہ جو نکاح ہوتا ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور ایسے لوگوں پر آپؐ نے لعنت بھی فرمائی ہے، اسی کی طرف مصنف کتاب علامہ ذہبی علیہ الرحمہ اشارہ کر رہے ہیں، مصنف کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد اس مسئلہ کے فقہی منظر کو بھی پیش کیا جائے گا۔

مصنف کا ترجمہ: یہ ترجمہ محلل اور محلل لہٗ کا ہے۔

(۱) حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل اور محلل لہٗ پر لعنت فرمائی ہے۔ (۲) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محلل کے (نکاح کے) بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ'' نکاح تو خوشی اور رغبت سے ہو تو صحیح ہے (ورنہ نہیں) اور رغبت صرف ظاہر کی جائے اور در حقیقت اس نکاح میں رغبت نہ ہو تو پھر یہ نکاح نہ ہوگا۔ (۳) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو تیس مستعار بتاؤں؟ (تیس مستعار یعنی مانگی ہوئی بکری) صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتلایئے، آپ نے فرمایا وہ محلل ہے، اللہ نے محلل اور محلل لہٗ پر لعنت فرمائی ہے۔ (۴) حضرت ابن عمرؓ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے اس مطلقہ مغلظہ عورت کے بارے میں، اس سے میں شادی کرلوں محض اس کے سابقہ شوہر کے واسطے حلال کرنے کیلئے، حالانکہ اس کے سابقہ شوہر نے نہ مجھے اس بات کا حکم دیا اور نہ اس کو نکاح کا علم ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ ''نہیں''! نکاح خواہش اور رغبت سے ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، کہ اگر وہ عورت تجھ کو بھلی اور اچھی معلوم ہو، پسند ہو تو رکھ لے اور اگر پسند نہ ہو تو چھوڑ دے، اور ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں محض حلال کرنے کیلئے کسی عورت سے نکاح کرنے کو سفاح (یعنی زنا کاری) سمجھتے تھے۔ (۵) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں محلل اور محلل لہٗ دونوں کو رجم کروں گا۔ (۶) حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا عورت کو اس کے سابقہ شوہر کے لئے حلال کرنے کے بارے میں، تو فرمایا کہ یہ تو سفاح (زنا کاری) ہے۔ (۷) حضرت ابن عمرؓ سے کسی آدمی نے پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے اور وہ میری چچازاد بہن تھی، اب میں نادم اور شرمندہ ہوں اور میرا دل بھی اسی میں ہے، ایک آدمی نے ارادہ کرلیا ہے کہ وہ میری مطلقہ بیوی سے شادی کرلے، تاکہ وہ میرے لئے حلال اور جائز ہو جائے (کیا ایسا ہو سکتا ہے؟) حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ نکاح محض حلال کرنے کی غرض سے کیا جائے تو دونوں زنا کرنے والے ہونگے چاہے بیس سال یا بیس سال سے زائد گذار لیں (تب بھی زنا ہی ہوگا اور سابقہ شوہر کے لئے وہ عورت حلال نہ ہوگی)۔

(۸) حضرت ابن عباسؓ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ اے ابن عباسؓ! میرے بھتیجے نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور اب بہت نادم ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تیرے بھتیجے نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور نادم ہے، شیطان کی فرمانبرداری کی ہے، اب اس سے نکلنے کی کوئی سبیل (کوئی راستہ) نہیں ہے، پھر اس آدمی نے پوچھا کہ کیا فرماتے ہیں، اس آدمی کے بارے میں کہ وہ (اس مطلقہ ثلاثہ) سے نکاح کرلے سابقہ شوہر کے واسطے حلال کرنے کی غرض سے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کون ہے جو خدا کو دھوکہ دے اور خدا دھوکہ کھا جائے۔

مسئلہ حلالہ فقہاء کی نظر میں

ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ زوجِ اول زوجِ آخر اور مطلقہ ثلاثہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی نیت حلال کرنے کی ہوگی تو یہ نکاح باطل ہوگا اور ایسی صورت میں عورت اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی۔ حسن بصریؒ، سعید بن المسیب، مالک بن انس، لیث بن سعد، سفیان ثوری، امام احمد ان سب فقہا کا یہی مذہب اور مسلک ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر نکاح کے وقت میں یہ شرط لگائی جا رہی ہے کہ یہ نکاح محض حلال کرنے کے لئے ہے (ازدواجیت مقصود نہیں ہے) تو یہ نکاح باطل ہوگا اور نکاح کے وقت تو شرط نہیں رکھی گئی البتہ نکاح سے قبل اس قسم کی شرط ٹھہرائی گئی تھی تو پھر یہ نکاح صحیح ہوگا۔ (اور عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی) واللہ اعلم۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ (دوسرا قول) فرماتے ہیں کہ محض حلال کرنے کی غرض سے حلالہ کی شرط ٹھہرا کر یا حلالہ کی نیت رکھ کر نکاح کرنا اگرچہ گناہ کی بات ہے اور اس قسم کی نیت اور شرط لگانا نکاح میں غلط ہے، تاہم ایسا نکاح صحیح اور

درست ہو جاتا ہے، اور اس نکاح کے بعد صحبت ہو جائے تو پھر یہ شوہر اول کے لئے جائز و حلال ہو جائے گی، جس طرح اگر کوئی آدمی کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ تیرے ہوتے ہوئے میں دوسرا نکاح نہیں کروں گا، یا تجھے کہیں سفر میں نہیں لے جاؤں گا وغیرہ، اس قسم کی شرط ٹھہرانا اگرچہ غلط ہے، لیکن اس کا اثر نکاح پر کچھ نہیں پڑتا اور خود انہی احادیث سے جو مصنف کتاب نے نقل فرمائی ہیں مسلک احناف کی بھرپور تائید ہوتی ہے، اس لئے اس حدیث میں گو اس شخص پر جس نے نکاح کیا ہے اور اس شخص پر جس کے لئے نکاح کیا گیا ہے، لعنت کی گئی ہے، لیکن نکاح کرنے والے کو محلل (حلال کرنے والا) اور عورت کے شوہر سابق کو محلل لہٗ (جس کے لئے عورت کو حلال کیا گیا ہے) سے تعبیر کیا گیا ہے، جو صاف بتاتا ہے کہ گو ان کا یہ فعل مبنی بر معصیت ہے اور قابل لعنت ہے لیکن اس کا اثر اور حکم بہرحال باقی رہتا ہے اور اس کے اسی فعل کی وجہ سے عورت شوہر اول کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ واللّٰہ اعلم و علمہٗ احکم

پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا

ارشادِ خداوندی ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ترجمہ: اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر سے گذر ہوا، آپؐ نے فرمایا: ''یہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں، اور ان کا عذاب کوئی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔''

(مطلب یہ کہ یہ گناہ تو بہت بڑے ہیں حتی کہ ان کی وجہ سے عذاب قبر بھی ہوتا ہے، لیکن علی العموم لوگ اسے کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے، اس انداز بیان کے ذریعہ غالباً آپؐ نے بعض گناہوں کا ہلکا سمجھنے سے پرہیز کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ فرمائی: ایاک و محصرات الذنوب (یعنی ہلکے اور چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچتی رہو) صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''پیشاب کی چھینٹوں سے بچتے رہو، اس لئے کہ عذاب قبر اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ توفیق احتیاط و احتراز نصیب فرمائیں۔ آمین)

ریاکاری

(اس عنوان سے متعلقہ آیات واحادیث پر شرک اصغر کے عنوان سے تفصیل گذر چکی ہے، مصنف نے یہاں اسی مضمون کو دہرایا ہے، ہم نے تخفیف کے مدنظر تکرار کو حذف کر کے اشارہ کر دیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے، البتہ اس سلسلہ میں بزرگوں کے چند اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں)

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کوئی عمل دکھاوے کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "میرے بندے کو دیکھو کس طرح میرا مذاق اڑا رہا ہے۔"

حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ گردن جھکائے چلا جا رہا ہے تو فرمایا "اے گردن والے! گردن اٹھا، خشوع گردن جھکانے میں نہیں بلکہ دل میں ہوتا ہے۔"

حضرت ابوامامہؓ نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ سجدوں میں رو رہا ہے اور دعا کر رہا ہے تو ارشاد فرمایا: "اچھا ہوتا اگر تو اپنے گھر میں یہ کام کرتا۔"

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ریاکاری کی تین علامتیں ہیں۔ (۱) تنہائی میں سست رہتا ہے (۲) مجمع میں بہت چست رہتا ہے (۳) اگر کسی عمل کی تعریف کی جائے تو اس میں زیادتی کرتا ہے اور تعریف نہ کی جائے تو اس عمل میں کمی کرتا ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس مہلک مرض سے ہماری حفاظت فرمائیں اور اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔ آمین)

علم دین کا دنیا کے لئے سیکھنا اور اسکا چھپانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ۔

ترجمہ: درحقیقت اللہ کے بندوں میں علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے مجھ سے صرف وہی لوگ ڈرتے ہیں جنھوں نے میری بادشاہت، طاقت و جلالت کو جان لیا ہے۔

مجاہد اور شعبیؒ کہتے ہیں کہ: "عالم وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔" ربیع بن انسؒ کہتے ہیں کہ: "جو اللہ سے نہ ڈرے وہ عالم نہیں۔"

حدیث میں ہے کہ "جس شخص نے دنیا طلبی کے لئے علم حاصل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے کہ "کسی شخص سے کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جان بوجھ کر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے علم سے پناہ مانگتے تھے جس پر عمل کی توفیق نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ "جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو وہ علم اس میں تکبر پیدا کر دے گا" ایک حدیث میں ہے کہ "جس نے علم حاصل کیا

مگر اس پر عمل نہیں کیا تو اس علم سے بس اس کے تکبر میں اضافہ ہوگا۔"

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن ایک بڑے عالم کو لاکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ اس میں اپنی پیٹھ کے بل ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی کے وقت گھومتا ہے، اس سے لوگ کہیں گے کہ تمہارے ساتھ یہ کیا معاملہ ہے حالانکہ تمہاری بدولت ہم ہدایت یافتہ ہوئے، وہ کہے گا (بات یہ ہے کہ) میں تم لوگوں کو جس سے روکتا تھا اور منع کرتا تھا خود اس کے خلاف کرتا تھا۔"

ہلال بن علاء فرماتے ہیں: "علم کا حاصل کرنا بہت مشکل ہے اور اس کی حفاظت کرنا حصول سے زیادہ مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا حفاظت سے زیادہ مشکل ہے اور اس سے سلامتی حاصل کرنا اس پر عمل سے زیادہ مشکل ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہر بلا سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

شکر انعام

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے پہنچاتے رہو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

(بخاری)

ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دین کے احکام میں چالیس حدیثیں محفوظ کرکے میری امت پر پیش کردے اللہ اس کو فقیہ کرکے اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔ (بیہقی)

امانت میں خیانت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! جان بوجھ کر اللہ و رسولؐ کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ دغابازوں کے فریب کو کارآمد نہیں کرتا۔

حدیث پاک میں خیانت کو منافقین کی علامت میں شمار کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں ہے اور جس کے پاس وعدہ کا پاس ولحاظ نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔"

ایک جگہ ارشاد ہے: "مومن کی فطرت میں خیانت اور جھوٹ کے علاوہ ہر ایک صفت ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں دو شریکوں میں تیسرا ہوتا ہوں جب تک کہ ان میں سے ایک دوسرے سے خیانت نہ کرے۔ اور اسی میں ہے کہ لوگوں سے سب سے پہلے جو صفت اٹھالی جائیگی وہ امانتداری ہے اور سب سے آخری جو عمل باقی رہیگا وہ نماز ہے، اور بہت سے نمازی ایسے ہیں کہ ان میں کوئی خیر نہیں۔

واضح رہے کہ خیانت ہر طرح کی امانت میں ہوسکتی ہے، چنانچہ جس طرح

کسی شخص کی رکھوائی ہوئی چیز امانت ہے، اسی طرح مجلسیں بھی امانت ہوتی ہیں، یعنی چند آدمی بیٹھ کر کچھ باتیں کریں اور وہ باتیں باہمی ملاقات سے متعلق ہوں تو ان کی حفاظت کرنا امانت داری ہے اور انہیں دوسروں پر ظاہر کر دینا خیانت میں شامل ہے۔ حدیث پاک میں ہے ''المجالس بالامانة'' باہمی نشستیں امانت ہوتی ہیں۔ افسوس کہ اس معاملہ میں عوام کا لا تعام کو تو چھوڑیئے اہل دین بھی غیر محتاط ہیں، جس کے نتیجہ میں دینی وعلمی برادری جس پھوٹ وانتشار کا شکار ہے وہ خون کے آنسو رونے کے قابل ہے، اللہ تعالیٰ کرم کا معاملہ فرمائے۔

نیز اسی طرح مشورہ طلب کئے جانے کی صورت میں بھی اس کا جواب امانت ہے، آدمی کو چاہئے کہ مشورہ طلب امر کے مالہ' وماعلیہ سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر کے پھر سرسری طور پر نہیں بلکہ اس پر اچھی طرح غور کر کے خیر کا جو پہلو اس کے ذہن میں آئے بلا کم وکاست اس کا اظہار کرے، اس معاملہ میں بداحتیاطی یا نفس پرستی مہلک ہے، اور اس پر بھی خیانت کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث مین ہے: المستشار مؤتمن (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے) اسی طرح مثلاً مدارس میں بھی طلبہ ذمہ داروں کے یہاں امانت ہیں، اپنے ادارے کی جو خوبیاں ان کے سرپرستوں: واضح کی گئی ہیں اور جس کی تحصیل کے لئے انھوں نے ان پر اعتماد کر کے اپنے بچوں کو ان کے حوالے کر دیا ہے، قوم کی اس عظیم امانت کی طرف سے غفلت برتنا اور ان کی تعلیم وتربیت کے لئے جیسا کہ ان کا حق ہے اور جیسا کہ اس کا وعدہ کیا گیا ہے کوشش وکاوش کرنے میں بالارادہ کوتاہی کرنا اس عظیم امانت میں زبردست خیانت ہے۔ (۱)

(۱) ملازمین اور مدرسین وغیرہ ادارہ وحکومت کے وقت کے امین ہیں، ڈیوٹی اور کام کے جو اوقات مقرر ہیں ان کو یوں ہی ضائع کرنا یا ان کو اپنے ذاتی اغراض اور کاموں میں استعمال کرنا قطعاً جائز نہیں، ایسا کرنا ''خیانت'' بھی ہے اور ''چوری'' بھی۔ ح ح رحمانی

اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی کرنا، نماز کو صحیح طور پر نہ پڑھنا، وضو میں کوتاہی کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا وغیرہ ان سب امور پر خیانت کا اطلاق ہوتا ہے۔ والعلم عند اللہ۔

اے اللہ ہمارے ساتھ کرم کا معاملہ فرما اور ہماری کوتاہیوں کا اپنی صفت عفو کے ذریعہ تدارک فرما۔ آمین

کرتا ہے دنیا میں جو، کر دین کے بھی باب میں
اختیار اسباب کر اس عالم اسباب میں
بحر ہستی میں چلائے جا برابر ہاتھ پاؤں
ورنہ غرقِ آب ہوگا اک موج آب میں

ترک دنیا کر نہ ہر لذت کو چھوڑ
معصیت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطان لاکھ درپے ہوں مگر
تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

احسان جتانا

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی خیرات وصدقات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر باطل (ناقابلِ قبول) مت کرلو۔

حدیث میں ہے: ''والدین کا نافرمان، شرابی اور احسان جتانے والا یہ تینوں قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔''

ایک حدیث میں ہے ''اچھے کام کر کے احسان جتانے سے بچو کیوں کہ وہ سپاس گذاری سے محروم اور اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استدلال آیت مذکور کی تلاوت فرمائی۔

ابن سیرینؒ نے دیکھا کہ ایک شخص کسی کو کہہ رہا ہے ''میں نے تیرے ساتھ بہتر سلوک کیا اور ایسا کیا، ایسا کیا۔'' ابن سیرین نے اس شخص سے فرمایا ''خاموش رہ، احسان جتانے سے اس احسان میں کوئی خیر باقی نہیں رہتی جس پر کہ اجر مل سکے۔''

تقدیر کو جھٹلانا

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝

ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک متعین انداز سے پیدا کیا ہے۔

ابن جوزیؒ نے اس کی تفسیر میں دو قول نقل کئے ہیں، ایک تو یہ کہ مکہ کے مشرک آپؐ کے پاس آ کر تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، اور دوسرا یہ کہ نجران کا ایک پادری آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ کہتے ہیں کہ معاصی بھی مقدر ہوتے ہیں حالانکہ بات ایسی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے جھگڑنے والے ہو پھر آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اولین و آخرین سب اکٹھے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایک پکارنے والے کو حکم دے گا تو وہ پکارے گا، اللہ کے دشمن کہاں ہیں؟ یہ سنتے ہی قدریہ آگے بڑھیں گے، پھر انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے:

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝

ترجمہ: جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو ایک انداز مقرر سے پیدا کیا ہے۔

قدریہ کو اللہ سے جھگڑنے والا اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب معصیت مقدر کی گئی ہے اور اسی تقدیر

کی وجہ سے بندے سے اس کا ارتکاب ہوتا ہے تو پھر اسے جہنم میں ڈالا جانا جائز نہیں ہے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم قدریہ اگر روزے رکھتے رکھتے سوکھ کر رسی ہوجائیں، پھر نماز پڑھنے لگیں اور نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی مانند ہوجائیں تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں منہ کے بل ڈال دینگے اور کہیں گے کہ دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو، بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر امت میں مجوس رہے ہیں اور اس امت کے مجوس وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔'' پھر فرمایا کہ: ''جب تو ایسے لوگوں سے ملے تو ان سے کہہ دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔'' پھر فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تقدیر کے جھٹلانے والے کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ فی سبیل اللہ خرچ کردے تب بھی اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرمائیں گے جب تک کہ وہ اس بات پر ایمان نہ لائے کہ ہر اچھی اور بری چیز اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔'' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت جبرئیل کا یہ سوال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا ذکر فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور نبیوں پر اور یہ کہ ایمان لائے اس بات پر کہ تمام اچھی بری چیزیں اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں۔''

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے موجود ہونے، تمام صفات جلال وکمال سے متصف ہونے اور تمام نقص وعیب کی خصلتوں سے منزہ وپاک ہونے کی تصدیق کرنا، یعنی مخلوقات کا بلا شرکت غیرے مالک ہے اور اس میں اپنی مرضی سے متصرف ہے۔

ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے سامنے عاجز ہیں اور سب کے سب اللہ کے فرماں بردار بندے ہیں، اس کی تصدیق کرنا۔ قرآن کریم میں ہے کہ وہ اللہ کے باعزت بندے ہیں، وہ کسی بات میں اللہ سے سبقت نہیں کرتے، بلکہ اس کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں۔

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے جتنی باتیں اللہ کی طرف سے بتلائی ہیں ان میں ان کے سچے ہونے اور معجزات کے ذریعہ اللہ کی طرف سے ان کے صدق کی تائید کئے جانے کی تصدیق کرنا اور یہ کہ انھوں نے تمام پیغام پہنچادیے اور اللہ کے حکموں کو اپنی امت کے سامنے اچھی طرح واضح کردیا، اور یہ کہ ہم پر ان کا احترام واجب ہے۔

یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اور اس میں واقع ہونے والے تمام امور کے برحق ہونے کی تصدیق کرنا اور اس کی تصدیق کرنا کہ موت کے بعد زندگی، میدان حشر کا اجتماع اور پھر زندگی کا حساب و کتاب، اعمال کا تولا جانا، پل صراط پر سے گذارا جانا اور جنت یا جہنم میں داخل کیا جانا، یہ سب امور حق ہیں۔

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھی بری چیز کے من جانب اللہ ہونے کی تصدیق کرنا۔

(واضح رہے کہ تقدیر کے مسئلہ میں بحث ومباحثہ کرنے اور اس کی گہرائی میں جانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، اسلئے اس سے سخت اجتناب کیا جائے۔ مجموعی طور پر یوں ایمان رکھے کہ جو کچھ ہوتا ہے بھلا یا برا، اسکے موجود ہونے سے پہلے بھی اور معدوم ہونے کے بعد بھی

اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے (۱) بلکہ اللہ ہی کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق اور اسکے لکھے ہوئے فیصلے کے موافق ہی اقوال وافعال اور حرکات وسکنات کا صدور و وجود ہوتا ہے۔ پوری دنیا مجتمع ہو کر بھی نہ مقدر سے زائد نفع حاصل کر سکتی ہے اور نہ مقدر سے زائد کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ واللعلم عند اللہ العلیم)

کسب دنیا تو کر، ہوس کم رکھ
اس پہ تو دین کو مقدم رکھ
دینے لگتا ہے پھر دھواں یہ چراغ
اک ذرا اس کی لو کو مدھم رکھ

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

نفع دنیا کا جو سن لے نام بھی
سہل ہو مشکل سے مشکل کام بھی
اس پہ راحت بھی فدا آرام بھی
روز و شب دشمن اس کی صبح و شام بھی

(۱) اور اس نے اپنے علم محیط کے مطابق ہر بندے سے صادر ہونے والے اقوال وافعال اور حرکات وسکنات کو لکھ دیا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم صحیح اور قطعی ہے اور وہ مستقبل سے بھی بالکل اسی طرح آگاہ ہے جیسے ماضی سے اس لئے اس کے لوح تقدیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور نہ اس میں کسی غلطی کا احتمال ہے۔ تحفہ ترمذی

دوسروں کے عیب تلاش کرنا

قال اللہ تعالیٰ:

وَلَا تَجَسَّسُوْا ترجمہ: اور تجسس نہ کرو

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ابوزیدؒ، حسنؒ، ضحاکؒ، ابن سیرینؒ نے حا سے پڑھا ہے یعنی وَلَا تَحَسَّسُوْا، لیکن ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ تحسس و تجسس دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ تجسس کے معنی ہیں مسلمانوں کے عیوب اور بھیدوں کی تلاش میں رہنا۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو نہیں چاہئے کہ وہ اپنے مسلم بھائیوں کے عیب ونقائص کی تلاش میں رہیں، بلکہ کوئی بات علم میں بھی آجائے تو بلا تحقیق نہ اس پر اعتماد کریں اور نہ کسی اور سے اس کا ذکر کریں۔ صحابہ کرامؓ نے اس معاملہ میں بڑا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ ولید بن عقبہ کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا ہمیں تجسس سے روکا گیا ہے، ہم اسی بات پر اعتماد کریں گے جو دلائل سے ثابت ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی لوگوں کی باہمی گفتگو پر کان لگاتا ہے حالانکہ وہ اسے بتانا بھی نہیں چاہتے تو ایسا شخص اس قابل ہے کہ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا جائے۔ اعاذنا اللہ منہ

چغل خوری کرنا

نمیمہ کہتے ہیں چغل خوری کرنے یعنی لوگوں کے درمیان ادھر کی باتیں اُدھر اور اُدھر کی باتیں ادھر نقل کر کے فساد مچانا، اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ کتاب و سنت کے دلائل واضحہ کے ذریعہ باتفاق امت حرام ہے۔

صحیحین میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (چغل خوری کی وجہ سے قبر کے عذاب میں مبتلا ہونا حدیث سے ثابت ہے، پیچھے وہ حدیث گذر چکی ہے)۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں ''جو شخص تمہارے سامنے دوسروں کی باتیں بیان کر رہا ہے وہ ضرور تمہاری باتیں دوسروں تک پہنچائے گا۔''

حدیث میں ہے کہ ''جو شخص دنیا میں دوہری زبان رکھتا ہے (یعنی اس کے پاس آ کر کچھ کہہ دیا اور اس کے پاس جا کر کچھ کہہ دیا تا کہ ان کے درمیان جھگڑا فساد ڈالے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اس کے لئے جہنم کی آگ سے دوزبانیں بنادیں گے۔''

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''چغل خور کی حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے بھید اور ان کی ایسی باتیں جسے وہ عام نہیں کرنا چاہتے، دوسروں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے، یہ ظاہر کرنا زبان سے ہو یا تحریر سے، یا اشارے سے یا کسی اور شکل سے اسی طرح ان بھیدوں کا تعلق خواہ ان کے اعمال سے ہو یا ان کے اقوال سے یا کسی اور صفت سے۔

(اس لئے مسلمانوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ دوسروں کی جو باتیں ان کے علم میں یا نظر میں آئیں ان کے اظہار سے اپنی زبان بند رکھیں، البتہ جس کے اظہار کرنے میں کسی کا نفع ہو یا کسی کو ضرر یا معصیت سے بچانا مقصود ہو، یا اس سے کوئی اجتماعی یا دینی مصلحت متعلق ہو تو اور بات ہے)۔

صاحب بن عبادؒ کے پاس کسی نے خط بھیجا اور اس میں کسی دولت مند یتیم کے مال پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی۔ آپ نے اسی خط کے پیچھے لکھ بھیجا کہ: ''چغل خوری بہت بری بات ہے، اگرچہ صحیح بات ہی کیوں نہ ہو، میت پر اللہ رحم فرمائیں اور یتیم کی حفاظت فرمائیں اور مال کو اس کا ثمرہ بنائیں اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنے والے کو اپنی رحمت سے دور کر دیں۔ فقط''

ایک شخص، نے حضرت علی بن حسینؓ کے پاس جا کر عرض کیا کہ فلاں صاحب نے آپکے بارے میں یہ باتیں کہی ہیں، آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو، جب اس کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا: ''میرے بھائی! تم نے میرے بارے میں جو بات کہی اگر وہ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے، اور اگر غلط ہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔'' یہ کہہ کر چلے آئے۔

حکایت: روایت میں ہے کہ ایک شخص ایک غلام کو بیچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس غلام میں کوئی عیب نہیں سوائے چغل خوری کے، ایک رئیس آیا اس نے سوچا کہ ایک چغل خوری کے عیب سے کیا ہوتا ہے، صحت مند اور محنت کش تو ہے اور خرید لیا۔ کچھ دن گذرے اس کے بعد ایک دن اس کو شرارت سوجھی اور اس نے اپنی مالکہ سے کہا: ''بیگم صاحبہ! صاحب دوسری شادی کا ارادہ کر رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو بالکل نہیں چاہتے، اس لئے اگر آپ ان کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں تو ایسا کیجئے کہ رات کو جب وہ سو جائیں تو آپ

استرے سے ان کی داڑھی کے نیچے کے چند بال کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیجئے تو وہ آپ کو بہت چاہنے لگیں گے اور دوسری شادی کا ارادہ ترک کر دیں گے۔'' اس نے دل میں سوچا کہ حالات تو کچھ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں، اس پر عمل کرنا چاہئے۔ غلام وہاں سے اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ بیگم صاحبہ نے ایک شخص سے دوستی کر رکھی ہے اور اس سے چھپ چھپ کر ملتی رہتی ہیں، وہ چاہتی ہیں کہ آپ سے کسی طرح نجات مل جائے۔ اگر آپ کو میری بات کا اطمینان نہ ہو تو آج رات آپ چادر اوڑھ کر لیٹ جایئے اور سویئے مت، پھر آپ خود ہی مان لیں گے۔'' چنانچہ رات کو یہ گھر آ کے لیٹ گیا، اس کی بیوی اسی انتظار میں تھی کہ ذرا نیند گہری لگ جائے تو غلام کے مشورہ پر عمل کر کے تھوڑے سے بال کاٹ لوں۔ جب اسے شوہر کی نیند کا یقین ہو گیا تو استرہ لے کر آہستہ سے اس کی داڑھی پکڑی، وہ چونکہ پہلے سے انتظار میں تھا فوراً اٹھا، اس کے ہاتھ سے استرہ لے کر اسے قتل کر ڈالا۔ صبح جب اس کے خاندان والوں کو معلوم ہوا تو اس کے بھائی غصہ میں بھڑکے ہوئے آئے اور اپنے بہنوئی کا قتل کر گئے۔

غور فرمایئے! اس چغل خور کی اس حرکت کے نتیجہ میں دو خاندانوں کا کام تمام ہوا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چغل خور کو فاسق قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اس پر ہرگز اعتماد نہ کیا جائے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی بھی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کیا کرو۔ ایسا نہ کرو کہ کہیں کسی قوم پر بے خبری سے جا پڑو، پھر اپنے کئے پر پشیمان ہونے لگو۔

لعنت ملامت کرنا

حدیث پاک میں ہے کہ: ''مومن کو گالی دینا فسق اور اس کا قتل کفر ہے۔'' نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''مومن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گوئی کرنے والا، نہ بدکلامی کرنے والا۔''

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا: ''جب آدمی کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، مگر آسمان کے دروازے پہلے سے اس کیلئے بند کر دیئے جاتے ہیں تو واپس زمین کی طرف آتی ہے، زمین کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں گھومتی ہے، جب اسے کہیں سے کوئی راستہ نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہے وہاں جاتی ہے بشرطیکہ وہ مستحق لعنت ہو، ورنہ لعنتی کے پاس لوٹ جاتی ہے۔'' (یعنی خود لعنت کرنے والا ملعون ہو جاتا ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بدترین سود آدمی کا اپنے مسلمان بھائی کی آبرو ریزی کرنا ہے۔''

عمر بن قیس کہتے ہیں کہ: ''آدمی جب کسی جانور پر سوار ہوتا ہے تو وہ جانور کہتا ہے کہ یا اللہ! اس سوار کو میرے اوپر شفیق و رحیم بنا، پھر اگر وہ اس کو ستاتا ہے تو وہ جانور کہتا ہے ''اللہ اور رسولؐ کے نافرمان پر اللہ کی لعنت۔''

عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہے تھے، ہمارے ساتھ ایک انصاری عورت ایک اونٹ پر سوار

تھی، اونٹ نے بدکنا شروع کیا تو اس عورت نے اس پر لعنت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لعنت کرنے کو سن لیا اور ارشاد فرمایا: ''اس پر جو کچھ لدا ہوا ہے اتار لو اور اسے یوں ہی چھوڑ دو کیوں کہ وہ ملعون ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ گویا اس وقت میری آنکھوں میں وہ نقشہ گھوم رہا ہے کہ وہ عورت پیدل چل رہی تھی اور اس کی جانب کوئی دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

(البتہ قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ غیر معین وغیر مشخص طور پر لعنت کرنا جائز اور درست ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت یا ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ اسی طرح حدیث میں بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سود کھانے، کھلانے اور جھوٹی گواہی دینے والے پر اللہ کی لعنت۔'' اسی طرح نوحہ کرنے والوں پر، ننگے سر پھرنے والیوں پر، اور بے حیائی کرنے والیوں پر، والدین کو گالیاں دینے والوں پر، قوم لوط کا عمل کرنے والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بحیثیت مجموعی) لعنت فرمائی ہے، اور مختلف افعال ہیں جن کے کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ زیر نظر کتاب میں اکثر گناہ ایسے ہیں کہ جن کے مرتکب پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت فرمائی ہے اور لعنت کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری۔ اب اندازہ کیجئے کہ یہ سخت ترین بددعا، وہ بھی بہ زبانِ نبوتؐ! کیا ٹھکانہ ہے ایسے شخص کی نامرادی و ناکامی کا، اللہ پاک ہم کو ان اعمالِ قبیحہ اور افعالِ رذیلہ سے پاک فرمائیں اور ہماری ہمارے والدین کی مغفرت فرمائیں۔ آمین)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ: ''بددعا بھی لعنت سے قریب تر ہے جیسے کسی کا کہنا کہ اس کا جسم صحیح نہ رہے، یا ''اللہ اسے برباد کرے'' وغیرہ جیسے الفاظ کو زبان سے ادا کرنے سے بھی مسلمانوں کو اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

وعدہ خلافی کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا○

ترجمہ: اور وعدے پورے کیا کرو۔ بیشک وعدوں کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی۔

زجاجؒ فرماتے ہیں: ''ہر وہ چیز جس کا اللہ نے حکم دیا، یا اس سے روکا ہے وہ سب عہد میں داخل ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! وعدے پورے کیا کرو۔

ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ وہ تمام معاہدے، اس میں داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ اس امت سے کئے ہیں کہ حرام وحلال اور اوامر ونواہی کے بارے میں وہ اللہ کی اطاعت کریں گے۔ وغیرہ، واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقضِ عہد کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ''تمام نقضِ عہد کرنے والے قیامت کے دن (اس حال میں آئیں گے) کہ ان کے ہاتھوں میں ایک ایک جھنڈا ہوگا اور کہا جائے گا کہ اس نے فلاں ابن فلاں کو دھوکہ دیا تھا۔

غیب کی خبریں بتلانے والے کاہن اور نجومی کی تصدیق کرنا

ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ، اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝

ترجمہ: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑا کرو جس کا تمہیں علم ہی نہ ہو، کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے پرسش ہوگی۔

کلبیؒ کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو بات تجھے نہیں معلوم وہ مت کہہ۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ جو بات تم نے سنی نہیں اس کے بارے میں یہ مت کہو کہ میں نے خود سنا ہے۔ اسی طرح جو بات تم نے دیکھی نہیں اس کے بارے میں یہ مت کہو کہ میں نے خود دیکھا ہے، اور جو بات تم نہیں جانتے اس کو جاننے کا دعویٰ مت کرو۔

واحدیؒ فرماتے ہیں کہ: "کان، آنکھ اور دل کے بارے میں پوچھے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے استعمال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں کہاں کیا کیا؟ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنکھ نامحرمات کے دیکھنے سے اور کان کو ان کی آوازیں سننے سے اور دل کو ناجائز ارادہ کرنے سے باز رکھنا بہت ضروری ہے۔ واللہ اعلم

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اس کا کسی پر اظہار نہیں کرتا البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے (اس پر غیب کو ظاہر کر دیتا ہے)۔

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا غیب کا جاننے والا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، لہٰذا کوئی ایسی بات جس کو اس نے ظاہر نہیں کیا، بندوں میں سے کوئی اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ البتہ اپنے رسولوں میں سے جس کو وہ چاہتا ہے بعض غیب کی خبریں بھی بتا دیتا ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ستاروں یا نجم سے غیب کی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

حدیث میں ہے کہ: "جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور اس کی تصدیق بھی کر دے تو اس نے اس چیز کا انکار کر دیا جو محمدؐ پر نازل ہوئی" یعنی قرآن۔

زیدؓ بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے دوران نماز صبح پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟" ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے ایمان بھی لائے اور کفر بھی کیا۔" (اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ میرے اوپر ایمان لایا اور نجوم کا انکار کر دیا، اور جس نے یہ کہا کہ فلاں ستارے کے ڈوبنے اور فلاں کے نکلنے سے بارش ہوگئی تو اس نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لے آیا۔)

علماء فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا کہ فلاں ستارے کے نکلنے کی وجہ سے بارش ہوئی تو اگر اس لفظ کے کہنے والے کے ذہن میں یہ عقیدہ ہے کہ ستارہ

موجد افعال ہوتا ہے اور بارش کا نزول اس کے فعل سے صادر ہوتا ہے تب تو بلا شک وبلا اختلاف کافر ہے۔ اور اگر عقیدہ تو نہیں، البتہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بارش کی علامت ہے یا فلاں ستارہ کا ظہور یا غروب اس بات کی علامت ہے کہ بارش ہوگی وہ کافر نہیں ہوگا۔"

مگر اس میں اختلاف ہے کہ اس قسم کے کلمات کہنا چاہئیں یا نہیں، صحیح یہی ہے کہ ان کا استعمال مکروہ ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی کاہن یا نجومی کی بات کی تصدیق کرے تو چالیس دن تک اسکی نماز قبول نہیں کی جاتی۔"

ایک حدیث میں ہے کہ "ملائکہ بادلوں کے پاس آ کر باہم گفتگو کرتے ہیں کہ آج اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلے کئے ہیں تو شیطان اس کے سننے کے لئے بادلوں کی طرف چڑھتا ہے اور اس میں سے ایک آدھ بات سن کر نجومی کو بتا دیتا ہے، پھر وہ اس میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو بتلاتے ہیں۔" (اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں)۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے عقائد و اعمال کی حفاظت و عصمت فرمائے۔ آمین

شوہر کی نافرمانی کرنا

قال اللہ تعالیٰ:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ○

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کرنیکا ڈر ہو تو اول مرتبہ انھیں سمجھا دیا کرو اور پھر انکے ساتھ صحبت داری کرنا ترک کردو، اور اگر پھر بھی نہ سمجھیں تو انہیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم بھی ان میں کوئی عیب نہ ڈھونڈو۔

واحدیؒ فرماتے ہیں کہ نشوز سے مراد یہاں شوہر کی نافرمانی ہے لہٰذا جو عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے تو اس نافرمانی کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو قرآن و حدیث کے ذریعہ اپنے ان حقوق سے آگاہ کریں جو اللہ نے اس پر رکھے ہیں، پھر بھی اگر وہ نہ مانے تو پھر اسے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر کی ہے کہ اس سے کلام ترک کردیں اور سوتے وقت اس کی جانب پیٹھ کر کے لیٹنے کے ذریعہ اپنی ناراضگی اور خفگی کا اظہار کریں کہ شاید وہ نافرمانی ترک کردے، لیکن اس کی نافرمانی اور ہٹ دھرمی کا یہی حال رہے تو جائز ہے کہ اس کی پٹائی کریں، مگر وہ پٹائی ایسی نہ ہو کہ زخم آ جائے یا اور کوئی نقصان پہنچے بلکہ تادیبا معمولی پٹائی کرسکتا ہے، پھر اگر وہ باز آ جائے اور اطاعت کرنے لگے تو خواہ مخواہ جذبہ انتقام کی وجہ سے اس میں عیوب اور بیماری تلاش کرکے پریشان کرنے اور اسے بے سہارا کر کے چھوڑ دینے کی کوشش ہرگز نہ کریں بلکہ درگذر

اور شفقت کا معاملہ کریں۔

صحیحین میں ہے کہ: ''اگر کوئی عورت اس کے شوہر کے بلانے کے باوجود نہیں آئی اور تنہا سوگئی تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ تین آدمیوں کی اللہ تعالیٰ نہ نماز قبول کرتے ہیں اور نہ ان کی کوئی نیکی (قبولیت کیلئے) آسمانوں پر اٹھائی جاتی ہے۔

(۱) بھاگا ہوا غلام جب تک کہ وہ واپس اپنے آقا کے پاس نہ پہنچ جائے۔

(۲) وہ عورت جس کا شوہر (کسی معقول وجہ سے اس سے ناراض ہو، جب تک کہ وہ اپنے شوہر کو خوش نہ کرے)۔

(۳) شرابی جب تک کہ اس کا نشہ نہ اتر جائے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''کسی ایسی عورت کو، جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے (نفل) روزہ رکھے۔''

نیز حدیث میں ہے کہ: ''اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے (اس کی اجازت کے بغیر) نکلتی ہے تو اسکے لوٹنے تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''جس عورت کا شوہر اس کی موت کے وقت اس سے راضی ہو وہ جنتی ہے۔''

چنانچہ عورت پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنے شوہر کی مرضیات کا اتباع کرے، اور اس کی ناراضگی والے اعمال واقوال سے اپنی حفاظت کرے، اور حیاداری، نگاہوں کی حفاظت، اطاعت وفرمانبرداری، بات کرتے وقت خاموش

رہنا اور غور سے سننا، باہر جاتے وقت اسے رخصت کرنا، اس کی موجودگی میں صاف ستھرے رہنا اور اپنے آپ کو (حسب حیثیت) شوہر کی خاطر خوشبو اور دوسری طرح کی زینت سے مزین کرنا اور اس کے غیاب میں ان چیزوں سے کلیتًا احتیاط برتنا، اور اس کے رشتہ داروں کا اکرام واعزاز کرنا وغیرہ امور پر مداومت وہمیشگی اختیار کرے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جب شوہر اس کا ارادہ کرے تو اپنے آپ کو بخوشی ورغبت پیش کردے، بشرطیکہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو۔ (لیکن اس بات کا پورا خیال رہے کہ ان امور میں مشغول ہوکر اللہ ورسول کے احکام کی رعایت میں رکاوٹ نہ بنے، کیوں کہ مخلوق کی اطاعت وہاں جائز نہیں جہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو)۔

اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ایک گاؤں میں گیا تو ایک نہایت خوبصورت عورت پر نظر پڑی اور اس کے شوہر سے بھی ملاقات ہوئی جو نہایت بدشکل تھا۔ میں نے اس عورت سے پوچھا کہ اس شخص کی ماتحتی (بیوی بننا) کو تم نے کیسے پسند کرلیا اور کس طرح نباہ ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا: سن اے مسافر! میں سوچتی ہوں کہ ممکن ہے کہ اس بندہ کا اللہ تعالیٰ سے بہترین تعلق ہو اور میرا تعلق اللہ تعالیٰ سے اس جیسا نہ ہو، اس لئے اللہ نے اس کی اطاعت کی بدولت مجھے اس کا دنیوی اجر بنادیا ہو اور اس کو میری سیئات کا دنیوی انجام بنادیا ہو۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ''اے عورتو! اگر تمہیں معلوم ہوجاتا کہ شوہروں کا تمہارے اوپر کیا حق ہے تو تم اپنے گالوں سے شوہروں کے پیروں کی گرد پونچھتیں۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''اپنے شوہر کی فرمانبردار بیوی کے لئے ہواؤں میں پرندے، سمندروں میں مچھلیاں، آسمانوں میں فرشتے (حتی کہ) سورج اور

چاند مغفرت کی دعاء کرتے ہیں۔ اور جو کوئی عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے۔ اور جس کسی عورت نے (تکلیف پہنچا کر) اپنے شوہر کے چہرے کو ترش وتند بنایا تو وہ اللہ کے غضب میں رہتی ہے جب تک کہ اس کو خوش نہ کردے، یا راضی نہ کرے۔ اور جو کوئی عورت بغیر اجازت شوہر کے گھر سے باہر گئی تو جب تک وہ لوٹ نہیں آتی فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

حضرت فاطمہؓ سے حضرت علیؓ نے پوچھا کہ عورت کی خیر (اور اس کی خوبی) کیا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: یہ کہ نہ وہ کسی (غیر) مرد کو دیکھے اور نہ کسی غیر مرد کی نگاہ اس پر پڑے۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے: مسلمانو! تمہیں شرم نہیں ہے، تمہیں غیرت نہیں ہے۔ تم لوگ کس طرح اپنی بیویوں کو آزاد چھوڑ دیتے ہو کہ وہ باہر پھرا کریں اور لوگوں کی نظریں ان پر پڑیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور فاطمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے، دیکھا کہ آپؐ بلک بلک کر رو رہے ہیں، میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: علیؓ! میں نے شب معراج میں دیکھا تھا کہ میری امت کی عورتوں کو مختلف طریقوں سے عذاب ہو رہا ہے، جب کبھی وہ نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے تو مجھے رونا آجاتا ہے۔ میں نے اس وقت دیکھا تھا کہ ایک عورت دوزخ میں اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ کھول رہا ہے، اور ایک کو دیکھا کہ اپنی زبان سے لٹکی ہوئی ہے اور اس کے حلق میں دوزخیوں کا لہو ڈالا جا رہا ہے۔ اور ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے پیر پستانوں سے اور ہاتھ پیشانی سے کس دیئے

گئے ہیں۔ اور ایک عورت کو دیکھا کہ وہ پستانوں سے لٹک رہی ہے۔ ایک عورت کو دیکھا کہ اس کا سر خنزیر کا سا ہے اور بدن گدھے کا سا ہے، اس پر ایک لاکھ طرح کا عذاب ہو رہا ہے۔ ایک عورت کو دیکھا کہ کتے کی شکل میں ہے اور آگ اس کے منہ سے داخل ہو کر پاخانہ کے مقام سے نکل رہی ہے اور فرشتے آگ کی سلاخ اس کے سر پر مار رہے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ اٹھیں اور انھوں نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان عورتوں کے وہ اعمال کیا تھے جن کی وجہ سے اس (دردناک عذاب) کی شکار ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹی! پہلی عورت اپنے بال مردوں سے نہیں چھپاتی تھی، اور دوسری عورت کا گناہ یہ ہے کہ وہ بدزبانی اور بدکلامی کے ذریعہ اپنے شوہر کو ستاتی رہتی تھی، تیسری عورت اپنے شوہر کے بستر کی حفاظت نہیں کرتی تھی۔ (یعنی کسی اور کو بھی اپنے ساتھ سلاتی تھی) اور چوتھی عورت حیض ونفاس وغیرہ کے بعد اپنے بدن کو پاک وصاف نہیں رکھتی تھی اور نماز کا مذاق اڑاتی تھی، پانچویں عورت کا عمل یہ تھا کہ وہ چغل خوری کیا کرتی اور جھوٹ بولا کرتی تھی، اور چھٹی عورت کا جرم یہ تھا کہ وہ احسان جتاتی اور لوگوں سے حسد کیا کرتی تھی۔

اور اے بیٹی! (یاد رکھ) اپنے شوہر کی نافرمانی کا بدترین ٹھکانہ ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح شوہر کے حقوق بیوی کے اوپر ہیں اور اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خدمت و رضاجوئی میں لگی رہے، اسی طرح شوہر کے اوپر بھی بیوی کے حقوق (شریعت اسلامیہ نے) عائد کئے ہیں کہ اس کے کھانے کپڑے اور اس کے ساتھ حسن معاملت، تلطف وشفقت کا خیال رکھے اور اس کی جانب سے جو کچھ ناموافق وخلاف مزاج پیش آئے اسے برداشت کرلے اور (مرد ہونے کے ناطے) درگذر کردے، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی ان کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو۔

حدیث میں ہے: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ بہتر (سلوک رکھنے والا) ہو۔''

ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو کوئی مرد اپنی عورت کی بدزبانی وبدخلقی پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ اس کو حضرت ایوبؑ کے صبر کے بقدر اجر عطا فرمائیں گے، اور جو عورت اپنے شوہر کی زیادتیوں پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو حضرت آسیہؓ کے صبر کے بقدر اجر عطا فرمائیں گے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال سے نہایت نرمی ولطف کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔

حکایت: امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس ایک شخص اپنی بیوی کی نافرمانی کی شکایت کرنے کے لئے آیا، ان کے دروازہ پر پہنچا تو ان کی بیوی کی آواز سنی کہ وہ ان سے جھگڑ رہی اور تلخ کلامی کررہی تھیں لیکن حضرت عمرؓ خاموش سن رہے تھے جواب نہیں دیتے تھے، تو وہ شخص یہ سوچ کر واپس ہونے لگا کہ حضرت عمرؓ کا باوجود اپنی صفت شدتِ غضب کے یہ حال اپنی اہلیہ کے ساتھ ہے تو میری کیا حیثیت؟ اتنے میں حضرت عمرؓ نکلے اور اس سے آنے کی وجہ پوچھی، اس نے قصہ سنایا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری بیوی میرا کھانا تیار کرتی ہے، روٹی پکاتی ہے، کپڑے دھوتی ہے، میرے بچوں کو دودھ پلاتی ہے، حالانکہ یہ سب امور اس پر لازم نہیں لیکن میری خاطر تحمل کرتی ہے اور میرا قلب اس کی وجہ سے حرام سے محفوظ ہے۔ تو کیوں نہ میں اس کی زبان درازی کے عیب کو برداشت کرلوں۔'' اس نے کہا کہ میری بیوی کا بھی یہی حال ہے، فرمایا ''تو بھی تحمل کرلے میرے بھائی! یہ مختصری زندگی کی بات ہے۔''

نوحہ کرنا

صحیح بخاری میں ہے کہ ''جو شخص چہروں پر طمانچے مارے، کپڑے پھاڑے اور جاہلانہ کوسنا کوسے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صالقہ، حالقہ اور شاقہ سے بری ہیں۔ صالقہ: بلند آواز سے رونے والی۔ حالقہ: مصیبت کے وقت سر منڈانے یا بال نوچنے والی۔ شاقہ: مصیبت کے وقت کپڑے پھاڑنے والی، اور یہ سب کام باتفاق علماء حرام ہیں۔

ام عطیہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت میں عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: ''مجھے دو گندی اور احمق آوازوں (کے سننے) سے روکا گیا ہے ایک تو مزاعف ومزامیر اور گانے بجانے کے وقت کی آواز، دوسری مصیبت کے وقت طمانچے مارنے اور نوحہ کرتے ہوئے چیخنے چلانے کی آواز۔''

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ دو آوازیں ملعون ہیں، ایک موسیقی کی آواز اور دوسری نوحہ کی آواز۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک مکان سے نوحہ کی آواز سنی، آپ چند ساتھیوں کے ساتھ اس میں داخل ہوئے اور عورتوں کو ہٹاتے ہوئے نوحہ خواں کے پاس گئے اور اس کو اس قدر مارا کہ اس

کا کپڑا جو اوڑھ رکھا تھا گر پڑا۔ پھر فرمایا کہ نوحہ کرنے والی کو مارنا درست ہے (اور ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ) اس کا رونا تمہارے غم میں شرکت کے لئے نہیں بلکہ تم سے فیس وصول کرنے کے لئے ہے۔ اور اس کی پٹائی اس لئے بھی درست ہے کہ یہ تمہارے مُردوں کو ایذا پہنچارہی ہے اور زندوں کی تکلیف بڑھارہی ہے اور تم لوگوں کو صبر کرنے سے روک رہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا ہے، اور تمہیں جزع وفزع کی ترغیب دے رہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے۔

صحیحین میں ہے کہ: ''لوگوں کے نوحہ کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔'' اس حدیث کی تشریح میں علماء نے بہت کچھ کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے ظاہر پر محمول نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی، چنانچہ مختلف تاویلات کی گئی ہیں جن میں اظہر اور واضح یہ ہے کہ اگر میت نے نوحہ کی وصیت کی تھی تو اس کو بھی عذاب ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم

واضح رہے کہ نوحہ اور نیاحت کے معنی ہیں میت کے محاسن اور خوبیاں ذکر کر کے بلند آواز سے رونا اور یہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ البتہ محض رونا اس طرح کہ بالارادہ آواز بلند نہ کی جائے اور رونے کے درمیان میت کے محاسن کا تذکرہ کیا جائے تو حرام نہیں ہے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور آپ کا رونا دیکھ کر اور ساتھی بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ دل کے غم اور آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اس (زبان) کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے۔'' (یعنی زبان سے گلہ وشکوہ کرنے، یا نوحہ کرنے

کی بنا پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور سزا دیں گے۔ اسی طرح اس زبان کو بند رکھنے یا رضا بالقدر کے ساتھ کھولنے پر خوش ہونگے اور رحم فرمائیں گے)۔

عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت کسی کی روح قبض کرتے ہیں تو اس گھر کے دروازہ پر ٹھہر جاتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ کوئی چلا رہا ہے اور کوئی بال نوچ رہا ہے، اور کوئی کپڑے پھاڑ رہا ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں، اللہ کی قسم! میں نہ کسی کی عمر گھٹا سکتا ہوں اور نہ کسی کا رزق روک سکتا ہوں، اور نہ کسی پر ذرہ برابر ظلم کرسکتا ہوں۔ اب اگر تمہاری یہ شکایت مجھ سے ہے تو اللہ کی قسم! میں اللہ کی طرف سے مامور ہوں، اس لئے بے قصور ہوں، اور اگر میت سے ہے تو وہ بیچارہ (خواہ مخواہ) مقہور ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سے ہے تو اس شکایت کی وجہ سے تم سب کافر ہوگئے، اور میں تو اب آیا ہوں اور بار بار آؤں گا یہاں تک کہ اس گھر میں کوئی زندہ نہ بچے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم اگر میت کے گھر والے (اس وقت) ملک الموت کو دیکھ لیں اور ان کے بات کرنے کو سن لیں تو میت کو بھول جائیں گے اور اپنے آپ پر رونے لگیں گے۔

بغاوت اور سرکشی

قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ، اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○

ترجمہ: الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق زیادتی کرتے پھرتے ہیں، یہی ہیں جنہیں عذاب الیم ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں اسی وجہ سے دھنسا دیا کہ اس نے اپنی قوم اور اپنے نبی کے ساتھ بغاوت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَیْهِمْ وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ۔

ترجمہ: بیشک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، تو اس نے قوم پر زیادتی شروع کر دی اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک بڑی طاقتور جماعت بھی نہیں اٹھا سکتی تھی۔

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ قارون کی بغاوت کے سلسلے میں چند اقوال ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ قارون نے ایک زانیہ کو آمادہ کیا کہ موسیٰ کو اپنی ذات کے سلسلے میں متہم کرے، چنانچہ ایسا کیا۔ لیکن جب حضرت موسیٰ نے   سے حلف لینا چاہا تو اس نے سارا قصہ کہہ سنایا، یہ قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی بغاوت یہ ہے کہ اس نے اللہ کی ذات عالی سے کفر و انکار کیا، یہ تفسیر ضحاکؒ کی ہے۔

تیسرا قول کفر و سرکشی ہے، یہ قتادہ کا قول ہے۔

چوتھا قول عطاء خرسانیؒ کا ہے کہ وہ (تکبر سے) کپڑے لٹکائے رکھتا تھا۔

ماوردی کہتے ہیں (اس کی بغاوت یہ تھی) کہ چونکہ وہ فرعون کا خادم تھا اس کے بل بوتے پر بنی اسرائیل پر ظلم و زیادتی میں لگا رہتا تھا۔

(ان اقوالِ متنوعہ میں بظاہر کوئی اختلاف نہیں، قارون جیسے سرکش میں ان سب امور کا موجود ہونا بعید از امکان نہیں بلکہ قرین قیاس ہے، اور بلاشبہ ان میں سے ہر ایک فعل ایسا ہے جس پر بغاوت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ بہر حال سرکشی کا مزاج بڑا خطرناک اور ہلاکت خیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب میں عاجزی اور تواضع پیدا کرے، اطاعت و فرمانبرداری والا مزاج ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین)

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امر غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کیے جا مزہ گو نہ آئے
نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

کمزوروں پر زیادتی کرنا

روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل آخری بیماری میں نمازوں کے اہتمام اور غلاموں پر احسان کی وصیت (کثرت سے) فرماتے رہتے تھے۔ یوں کہتے تھے ''اللہ اللہ'' نماز اور تمہارے ماتحت'' (یعنی اللہ سے ڈرو اور نمازوں کو وقت پر اور ہر حال میں ادا کرنے کا اہتمام کرو، اور اپنے ماتحتوں دست نگروں (نوکروں، غلاموں، باندیوں) کا خاص خیال رکھو کہ ان پر ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے)۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے غلام کو کوڑے مار رہا تھا، پیچھے سے آواز آئی ''اے ابن مسعود! بے شک اللہ تعالیٰ کو تیرے اوپر اس سے زیادہ قوت ہے، جتنی تجھ کو اس غلام پر ہے۔'' (میں نے پلٹ کر دیکھا تو آپ تھے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے میرے ہاتھ سے کوڑا چھوٹ کر گر گیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! اب سے ہرگز نہیں ماروں گا اور اس غلام کو خدا کو راضی کرنے کی خاطر آزاد کیے دیتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا نہ کرتے تو قیامت کے دن آگ تمہیں لپیٹ لیتی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس شخص نے اس دنیا میں کسی کو ظلماً ایک کوڑا مارا تو قیامت کے دن اس کا قصاص لیا جائے گا۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم خادم کو کتنی مرتبہ معاف کردیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''دن میں ستر مرتبہ۔''

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں مسواک تھی آپؐ نے خادم کو (کسی کام سے) بلایا، اس نے ٹال مٹول کی، آپؐ نے فرمایا: ''اگر قیامت کے دن قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو تیری اس مسواک سے پٹائی کرتا۔''

وفات سے پہلے آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے: ''اللہ سے ڈرو، نمازوں کا اہتمام کرو اور اپنے ماتحتوں پر شفقت کرو، جو تم کھاتے ہو انہیں کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو اسی میں سے انہیں بھی پہناؤ اور طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ ان پر نہ ڈالو، اور اگر کوئی کام ایسا بڑا کروانا ہی ہے تو تم بھی اس میں شریک ہو کر ان کی مدد کرو۔ اللہ کی مخلوق کو عذاب مت دو۔ (یہ سوچو کہ) آج تم ان کے مالک ہو (اللہ چاہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے) کل وہ تمہارے مالک ہو جائیں۔''

کچھ لوگ حضرت سلمان فارسیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ مداین کے امیر تھے، ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر کا آٹا گوندھ رہے ہیں، عرض کیا کہ حضرت کوئی نوکرانی نہیں ہے کہ آٹا گوندھ دیتی، فرمایا کہ اس کو ایک دوسرے کام کیلئے بھیجا ہے، مجھے اچھا نہیں لگا کہ سب کام اسی سے کرایا جائے۔

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔'' صحابہ نے پوچھا کون شخص یارسول اللہ؟ فرمایا: ''جس کی اذیت رسانی سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔''

ایک روایت میں یہ ہے کہ ''جس کے پڑوسی اس کی ایذارسانی سے محفوظ نہ ہوں وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا تین خصلتیں (سب سے بڑے گناہ ہیں)

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

(۲) اولاد کو روزی کے خوف سے قتل کردینا۔

(۳) پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔

ایک حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے (اس پر لازم ہے کہ) اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔''

پڑوسی تین طرح کے ہیں اور تینوں کے حقوق کی کچھ تفصیل ہے:

اگر پڑوسی مسلمان ہو اور رشتہ دار بھی تو اس کے تین حق ہیں، پڑوسی ہونے کا، مسلمان ہونے کا اور رشتہ داری کا۔ اگر پڑوسی مسلمان ہے مگر کوئی رشتہ داری نہیں تو اس کے دو حق ہیں۔ مسلمان ہونے کا اور پڑوسی ہونے کا۔

اور اگر پڑوسی غیر مسلم ہے تو اسکا حق صرف ایک ہے، یعنی پڑوسی ہونے کا۔

حضرت ابن عمرؓ کا ایک یہودی پڑوسی تھا، جب آپ کے گھر بکری ذبح ہوتی تو فرماتے ہمارے یہودی پڑوسی کے پاس اس میں سے کچھ بھجوادو۔

ایک روایت میں ہے کہ ''غریب پڑوسی اپنے مالدار پڑوسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! اس سے پوچھئے کہ یہ اچھی چیزیں مجھے کیوں نہیں دیتا تھا اور اپنا دروازہ مجھ پر کیوں بند رکھتا تھا؟''

پڑوسی کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرلے، کیوں کہ یہ بھی منجملہ دیگر احسانات کے ایک احسان ہی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتلایئے کہ اگر میں اس کا اہتمام کروں تو جنت میں داخل ہوجاؤں۔'' ارشاد فرمایا: ''تو محسن بن جانا'' اس نے عرض کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ میں محسن ہوں یا نہیں، فرمایا کہ ''اپنے پڑوسی سے پوچھ لے، اگر وہ تجھے محسن کہے تو تو محسن ہے، اور اگر وہ تجھے برا کہے تو تو برا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جبرائیلؑ مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار تاکید اور وصیت فرماتے رہتے تھے، یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ پڑوسی کو مستحق وراثت بھی قرار دیدیں گے۔''

ایک عورت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ شب بیدار اور روزہ دار ہے لیکن پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا ''اس میں کوئی خیر نہیں وہ جہنمی ہے۔''

حکایت: سہل بن عبد اللہ تستریؒ (مشہور بزرگ ہیں) ان کا ایک مجوسی (آتش پرست) پڑوسی تھا، اس پڑوسی کے بیت الخلاء سے (جو غالباً حضرت کے

کمرہ سے متصل تھا) نالی ٹوٹ کر دیوار میں سے حضرت کے کمرہ میں غلاظت گرنے لگی، حضرت نے ایک گڑھا کھود دیا وہ غلاظت دن بھر اس میں جمع ہوتی رہتی اور اس کی تکلیف سے اہل خانہ کو بڑی زحمت ہوتی تو حضرت وہ جمع شدہ غلاظت اٹھا کر اندھیرے میں باہر پھینک آتے کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ ایک عرصہ اسی طرح گذرا، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے اس مجوسی پڑوسی کو بلوایا اور فرمایا کہ اس کمرہ میں جا کر دیکھو کیا تماشہ ہے؟ اس نے دیکھا اور حیرت سے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک زمانہ سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اور میں روزانہ رات میں یہ ساری گندگی لے جا کر پھینکتا رہا، اب مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میرے بعد کہیں میرے گھر والے پڑوسی کی طرف سے اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکیں اور کوئی قابل ایذا اقدام نہ کر دیں، اسلئے تمہارے علم میں لے آتا ہوں تاکہ تم اس کا کوئی معقول بندوبست کر لو۔ اتنا سننا تھا کہ اس مجوسی کے حیرت سے ہوش اڑ گئے اور اس نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ حضرت! جس مذہب نے اتنے اونچے اخلاق سکھائے ہوں اس مذہب سے وابستہ نہ ہونا بڑی محرومی و بدقسمتی کی بات ہوگی، ہاتھ بڑھایئے اور مجھے مشرف باسلام کیجئے۔ وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ وفات پا گئے، علیہ الرحمۃ والرضوان۔

مسلمانوں کو تکلیف دینا

اور برا بھلا کہنا

قال اللہ تعالیٰ:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ○

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اسکے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، ایذا پہنچاتے ہیں، تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ "لوگوں کے عیوب و نقائص کی وجہ سے (حقارتاً) انہیں الگ کر دینے (اور انہیں بنظر حقارت دیکھنے) والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدتر آدمی ہے۔" ایک حدیث میں ہے: "مسلمان پر مسلمان کی جان و مال اور آبرو کو (نقصان پہنچانا) حرام ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے: "مومن کو گالی دینا فسق اور اسکا قتل کرنا کفر ہے۔"

نیز ایک جگہ ارشاد ہے: "اپنے مُردوں کی خوبیاں تو بیان کرو، لیکن ان کی برائیوں کے تذکرہ سے بچو۔" (یہاں یہ بات یاد رہے کہ اگر اسکے ذکر میں دوسروں کیلئے عبرت و موعظت ہو اور اسکی وہ برائی بھی علانیہ رہی ہو تو عبرتاً اس کا تذکرہ اس ممانعت میں داخل نہیں۔ اسی طرح وہ اہل علم اور اہل قلم یا اہل سیاست جنہوں نے بالقصد یا بلاقصد قومی یا ملی اور دینی غلط راہ روی و بے اعتدالی اختیار کی ہے، اس سے امت کو مطلع کرنے اور انکے مفاسد و مضرات سے بچانے کیلئے ان کا ذکر کرنا بھی اس ممانعت میں داخل نہیں، بلکہ اسکی اجازت ہے اور بعض حالات

میں وجوب بھی کتاب وسنت وتعامل اسلاف سے ثابت ہے۔ والعلم عند اللہ العلیم)

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے شب معراج میں ایک قوم کو دیکھا کہ انکے تانبے کے ناخن ہیں اور وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے ہیں۔ میں نے کہا جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے تھے (غیبتوں کے ذریعہ) اور انکی آبروریزی کرتے تھے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان جزیرۂ عرب میں اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ اسکی عبادت کی جائے گی، البتہ اسے انکے درمیان پھوٹ ڈالنے اور منافرت پیدا کرنیکی توقع اور امید اب بھی ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا: ''ملعون ہے وہ شخص جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بدگمان کردے، یا کسی غلام کو اسکے آقا سے جدا کردے۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دوستوں کے درمیان منافرت پیدا کرنے اور لوگوں کی باتیں ادھر ادھر نقل کرکے فساد پھیلانے والوں کو اشرار الناس قرار دیا ہے، یعنی بدترین آدمی۔ اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

(اس کے برخلاف مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے اور ان کے باہمی انتشار وافتراق کو دور کرنے کی کوشش میں لگنے کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کام کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ آپ ؐ نے فرمایا: ''جو شخص دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے، اللہ پاک اس کے حالات کی بہتری اور اصلاح کا فیصلہ فرمادیتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ جتنی گفتگو کرتا ہے، ہر کلمہ کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر دیا جاتا ہے، اور جب وہاں سے لوٹتا ہے تو اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔'')

اللہ کے نیک بندوں کو ستانا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی کو تکلیف پہنچائے میں اس کو اپنے ساتھ جنگ کے لئے آواز دیتا ہوں۔'' ایک روایت میں یوں ہے کہ ''جو میرے دوستوں کو تکلیف پہنچائے اس نے گویا مجھ سے مقابلہ کا ارادہ کیا ہے۔''

بعض رؤسائے مشرکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ اگر نہتوں غریبوں کو آپ اپنے پاس سے ہٹادیں تو ہم آپ کی بات سنیں، اس لئے کہ ہم لوگ ان نچلے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست کو پسند نہیں کرتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

ترجمہ: اور ان لوگوں کو اپنے پاس سے جدا نہ کریں جو اپنے پروردگار کی رضا جوئی میں صبح وشام اس کو یاد کرتے رہتے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان مشرکین کے سرداروں نے دیکھا کہ آپ ؐ ان کی بات نہیں مانیں گے تو انھوں نے عرض کیا، ایسا کیا جائے کہ ایک دن یہ لوگ آپ ؐ کے پاس آیا کریں اور ایک دن ہم لوگ، ان کی اس تحریک کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: اور آپ اپنے آپکو انہیں لوگوں سے قریب رکھئے جو اپنے پروردگار کی رضا جوئی میں صبح وشام اسے یاد کرتے رہتے ہیں، اور ان سے آنکھیں نہ پھیریئے کہ آپ دنیا کی زندگی کی آرائش کا پاس کرنے لگیں۔

(جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندے اللہ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہیں، خواہ وہ ظاہری اعتبار سے کتنے ہی خستہ احوال اور شکستہ اسباب ہوں، اللہ تعالیٰ کے یہاں مال ومنال، حسن وجمال سے کسی کی بزرگی نہیں بڑھتی بلکہ آدمی اپنے تقویٰ وطہارت، خشیت وانابت جیسی صفات سے اولیاء اللہ میں شامل ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے دوست وکارساز ہوجاتے ہیں۔ ایسے بندوں کو تکلیف پہنچانا اور ان کی مخالفت کرنا اپنی بربادی کو دعوت دینا اور عاقبت کو تباہ کرنا ہے۔)

خودی جب تک رہی اسکو نہ پایا
جب اسکو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے
تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ
یہ سب امداد کے لطف وکرم تھے
(حضرت حکیم الامتؒ)

کپڑوں کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (سورۂ لقمان:۱۸)

ترجمہ: زمین پر اکڑ کر مت چل، بیشک اللہ تعالیٰ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ٹخنوں کے نیچے کا جتنا حصہ کپڑے سے ڈھکا ہوگا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔"

ایک حدیث میں ہے: "اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف (بہ عنایت) نظر بھی نہیں فرمائیگا جو اپنا کپڑا شان بگھارنے کیلئے (ٹخنے سے نیچے) لٹکاتا ہے۔"

(پیچھے حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے سے قیامت کے دن بات بھی نہیں کریں گے۔ الامان الحفیظ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کا لباس نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے لیکن اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ ٹخنے تک نیچا کرلے، اور اگر ٹخنوں سے بھی نیچا کیا تو پھر وہ جہنم میں ہے۔"

یاد رکھئے کہ یہ حکم کرتا، پاجامہ، تہبند، چادر، جبہ سب ہی لباس کیلئے ہے، جو اوپر سے پہنے جاتے ہیں (اسلئے موزے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں) ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص ٹخنے سے نیچے کپڑے لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا آپؐ نے اس سے

فرمایا جاؤ وضو کر آؤ (یعنی پھر سے نماز پڑھو)۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے کس وجہ سے وضو کرنے کیلئے فرمایا؟ اس پر آپ خاموش رہے (بعد میں) فرمایا کہ "وہ شخص ٹخنوں سے نیچے کپڑے لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جس کے کپڑے ٹخنوں سے نیچے ہوں۔"

(اس زمانے میں لوگ عموماً اس مرض کے شکار ہیں، اچھے اچھے نمازی بھی اس کا اہتمام نہیں کرتے، بعض یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں تکبر کی شرط کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور ہم تکبر سے نہیں لٹکاتے، لیکن ذرا غور کرے اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کا مقام ہے کہ یہ کہنا بھی تکبر ہی تو ہے ورنہ اگر تکبر نہ ہوتا تو سنتِ نبویؐ پر عمل کرلیتا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپؐ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا، یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ما منعه الا الكبر یعنی اس کو اس کے تکبر نے میری اطاعت سے روک لیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب طریقہ سے بچنے کیلئے اس قسم کے حیلے کرنا اپنے چھپے ہوئے تکبر ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ تو اس وقت ہے جب کہ ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے کی ممانعت مشروط بہ تکبر ہو، مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ حدیث جس کو نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور امام احمدؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ مومن کا لباس اصل میں تو نصف ساق (پنڈلی) تک ہونا چاہئے لیکن کسی کا جی نہ چاہے تو اور تھوڑا نیچے کرلینے میں کوئی حرج و گناہ نہیں ہے، لیکن ٹخنے اسکے اسبال کی حد آخر ہیں، اسکے نیچے پہنچے گا تو پھر وہ حصہ جہنم میں جائیگا، عام ہے، چاہے یہ لٹکانا با تکبر ہو، یا بلا تکبر، البتہ "مبطین" بڑے پیٹ والے اصحاب اپنے اس عذر کی وجہ سے معذور ہونگے۔ والعلم عند الله العليم ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

مرد کا ریشم اور سونا استعمال کرنا

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص دنیا میں ریشم پہنے وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔" اور یہ قول آپ کا عام ہے لشکریوں کے لئے بھی اور دیگر تمام لوگوں کے لئے بھی۔ ایک حدیث میں ہے "میری امت کے مردوں کیلئے سونا اور ریشم کا کپڑا حرام قرار دیا گیا ہے۔"

حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے، ریشم اور دیباج کے کپڑوں کے پہننے اور ان پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ چنانچہ جو شخص مردوں کے لئے ان کے استعمال کو حلال سمجھے وہ کافر ہے۔ اسی طرح مردوں کے لئے سونے کا استعمال بھی حرام ہے خواہ وہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا تلوار کی مٹھ کی شکل میں، یا کسی اور طرح، سب حرام ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا کہ "تم میں سے بعض لوگ آگ کے انگارے لیکر اپنے ہاتھ میں رکھ لیتے ہیں۔"

البتہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ چھوٹے بچوں کو سونا اور ریشم کا استعمال کرانا صحیح ہے یا نہیں، بعض لوگوں نے رخصت دی ہے لیکن اکثر علماء نے اسے غلط ہی قرار دیا ہے، اس حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے کہ آپؐ نے ریشم اور سونے کے بارے میں ارشاد فرمایا: "یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لئے حلال ہیں۔"

ظاہر ہے کہ اس ارشاد میں بچے بھی داخل ہوں گے۔ یہی امام احمدؒ اور دوسرے بزرگوں کا مذہب ہے۔ واللہ اعلم

غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا

صحیح مسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب غلام (اپنے آقا کے پاس سے) بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' ایک حدیث میں ارشاد ہے: ''جو کوئی غلام (اپنے آقا کے پاس سے فرار ہو جائے) تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔''

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تین آدمیوں کی نہ نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ ان کی کوئی نیکی آسمانوں پر اٹھائی جاتی ہے۔ ان تین میں آپ نے ایسے غلام کا بھی ذکر فرمایا ہے جو اپنے آقا کو ناراض کر کے بھاگ جائے۔

****

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

مثلاً کسی شیخ صاحب کا، یا بُت کا، یا شیطان کا نام لے کر ذبح کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں، اسی طرح غیر مسلم کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ کا نام نہ لینے سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام لینا بھول جائے تب بھی ذبح صحیح ہے، برخلاف ذبیحۂ کافر کے کہ اس کا ذبح کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے جانور ذبح کیا ہے مگر بسم اللہ کہنا بھول گیا، اس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ کا نام تو ہر مسلمان کی زبان پر (ہر وقت) رہتا ہی ہے۔ (یعنی بغیر ذکر بسم اللہ کے بھی مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے)۔

جان بوجھ کر غلط نسب بیان کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس شخص نے جان بوجھ کر اپنا نسب غلط بیان کیا اس پر جنت حرام ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''اپنے نسب کو اپنے والد کے بجائے کسی اور کی طرف منسوب مت کرو، جو شخص ایسا کرے وہ کافر ہے۔''

یہ بھی ایک حدیث میں ہے: ''جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔''

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''ہم میں سے جس شخص نے اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے بیان کیا اس نے کفر کیا، اور جو شخص اس چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اور جس شخص نے کسی کو کافر کہا یا اللہ کا دشمن کہا تو وہ اگر درحقیقت ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ خود اس کی طرف لوٹ جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ عفو و عافیت کا معاملہ فرمائیں اور اپنی مرضیات کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

لڑائی جھگڑا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ○ وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○

ترجمہ: اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو بھلی معلوم ہوتی ہے، وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا تعالیٰ کو گواہ بھی کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ سخت دشمن اور جھگڑالو ہے، اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو ملک میں فساد ڈالنے اور کھیتی اور مویشیوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو فساد پسند نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس کا قتل کفر ہے۔'' اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔

ترجمہ: فتنہ و فساد قتل سے بھی سخت چیز ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ''میں نے جھگڑے، خصومت سے زیادہ دین کو برباد کرنے والی اور دل کو مصروف کرنے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔''

ترمذی میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''تیرے گنہگار ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ تو ہر وقت جھگڑالو رہے۔''

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ جھگڑوں میں پڑ گئی ہو۔''

ضرورت سے زائد پانی کا روکنا

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ○

ترجمہ: آپ فرمایئے! اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں اتر جائے تو پھر وہ کون شخص ہے جو تمہیں پانی نکال کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(کاشتکار کو) سبزہ زاری سے محروم کرنے کے لئے پانی دینے سے انکار نہ کرو۔''

نیز آپ کا ارشاد ہے: ''جس شخص نے زائد پانی یا زائد گھاس دوسرے کو دینے سے انکار کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فضل سے اسے محروم کردیگا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص کسی کو پانی دینے سے منع کردے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس سے فرمائیں گے جس طرح تو نے اس چیز سے لوگوں کو محروم کیا ہے جو تیری محنت کی کمائی نہیں تھی (یعنی پانی کہ وہ کسی کی کمائی نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی دین ہے) اسی طرح آج میں تجھ کو اپنی مہربانی سے محروم کروں گا۔''

اللہ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنے غضب سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

ناپ تول میں کمی کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ○

ترجمہ: بربادی ہے تطفیف کرنے والوں کیلئے، جو لوگ جب تول کر لیتے ہیں تو برابر تو لیتے ہیں، اور جب دینا ہوتا ہے تو تول و وزن میں کمی کردیتے ہیں۔

سدی فرماتے ہیں کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں ابو جہینہ نامی ایک تاجر تھا، اس کے پاس دو ترازو تھے، دیتے وقت ایک سے تولتا تھا اور لیتے وقت دوسرے سے تولتا تھا، اسی سلسلے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی اس سے نباتات روک لئے جائیں گے اور وہ خشک سالی کی شکار ہوجائے گی۔ (اور اگر توبہ نہ کی تو آخرت کا عذاب علیحدہ رہا)۔

حکایت: مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرا پڑوسی اس حال میں میرے پاس آیا کہ وہ قریب الموت تھا اور کہہ رہا تھا'' آگ کے دو پہاڑ ہیں، آگ کے دو پہاڑ ہیں۔''

اس نے کہا میرے پاس دو ترازو تھے، ایک سے خریدتے وقت تولتا تھا دوسرے سے دیتے وقت، (یہی اس وقت دو آگ کے پہاڑوں کی شکل میں

اس کے سامنے تھے)۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور اس میں سے ایک ترازو دوسرے پر رکھ دیا، وہ چلانے لگا اور کہا، مالک! ایسا کرنے سے میری تکلیف اور بڑھ رہی ہے، پھر اسی حالت میں وہ مر گیا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ہم ایک قریب الموت مریض کے پاس گئے اور اسے کلمہ کی تلقین کی، مگر وہ کلمہ پڑھ ہی نہیں سکتا تھا، بعد میں اس کو ذرا افاقہ ہوا اور ہم نے کلمہ نہ پڑھ سکنے کی وجہ پوچھی، اس نے کہا ترازو کا ایک کانٹا میری زبان میں اٹک گیا تھا جس کی وجہ سے میں کلمہ پڑھنے سے عاجز تھا، ہم نے کہا تجھ کو اللہ کی قسم ہے کیا تو کم تولتا تھا؟ اس نے کہا کم تو نہیں تولتا تھا لیکن میں نے تولنے کا طریقہ سیکھا ہی نہیں تھا اور اس کے اوزان سے صحیح طور پر واقف نہیں تھا۔

اللہ بچائے! یہ انجام تو اس شخص کا ہوا جو لاعلمی سے کمی زیادتی کرتا تھا اور جو جان بوجھ کر کم تولے اس کا کیا انجام ہوگا؟

خدا کے عذاب سے نڈر ہو جانا

قال اللہ تعالیٰ:

حَتّٰٓی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝

ترجمہ: یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں یکایک پکڑ لیا تو وہ ناامید ہو گئے۔

حدیث میں ہے کہ آپؐ ہمیشہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

"یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ" کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو ہمارے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے؟ فرمایا "بیشک (لوگوں) کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں، جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا رہتا ہے۔"

صحیح حدیث میں ہے کہ "ایک آدمی جنتیوں کے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اچانک تقدیر غالب آ جاتی ہے اور جہنمیوں کی حرکتیں کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ اس میں داخل ہو جاتا ہے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جنتیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے، اور ایک جہنمیوں کی سی حرکات کرتا رہتا ہے لیکن بالآخر وہ جنتی ہوتا ہے۔ (اصل میں بات یہ ہے کہ) اعتبار خاتمہ کا ہے۔" (یعنی ممکن ہے کہ ایک شخص زندگی بھر مومن رہے اور عین موت کے وقت کافر ہو جائے،)

ایک شخص زندگی بھر کفر وشرک کرتا رہے اور بالآخر مومن ہو جائے، اس لئے اپنے خاتمہ کے برباد ہونے اور خراب ہونے سے بے خوف اور مامون نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ہر وقت ڈرتے رہنا اور مقلب القلوب سے حفاظت وثبات کی دعائیں مانگتے رہنا چاہئے۔)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بلعم بن باعورا کا قصہ بیان کیا ہے کہ وہ صاحب علم وصاحب معرفت تھا، لیکن بعد میں اس کا ایمان سلب کر لیا گیا اور حالت کفر میں مرا۔

حکایت: برصیصا راہب کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ وہ عابد وزاہد اور مسجد کا خدمت گذار تھا، اذان کہا کرتا تھا۔ ایک دن اذان کہنے مسجد کے مینار پر چڑھا، وہاں سے اس کی نظر پڑوس کی نصرانی گھرانے کی ایک لڑکی پر پڑی اور وہ اس کے حسن وجمال کا گرفتار اور اس کی محبت کا شکار ہو گیا۔

اتر کے اس کے گھر گیا، اس نے کہا کیسے آئے؟ بتلایا کہ میں تجھ سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس نے کہا کہ تم مسلمان ہو اور میں نصرانی، میرے والد اس طرح نکاح نہیں کریں گے۔ برصیصا نے کہا مجھے نصرانی بنالو، اس نے کہا یہ ٹھیک ہے، اگر خود تم چاہتے ہو تب۔ وہ نصرانی ہو کر اس کے گھر رہنے لگا، ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی وہ کسی کام سے کوٹھے پر چڑھا تھا کہ دھم سے گرا اور موت کے گھاٹ اتر گیا، نہ تو آخرت بن سکی اور نہ دنیا ہی کی آرزو بر آئی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور خاتمہ کی خیر مانگتے رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی کی سچی اور پکی محبت نصیب فرمائیں جو ہمیں آپ کی ہر ہر ادا پر عاشقانہ فدائیت وشیدائیت سکھادے، آمین۔

بلاعنوان

کبیرہ ۶۳ کا بقیہ آخری حصہ اور اس باب کا شروع کا بیشتر حصہ اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔ البتہ فہرست میں یہ عبارت ہے "الکبیرۃ الرابعۃ والستون اذیۃ اولیاء اللّٰہ" جب کہ اس عنوان سے متعلق مضمون عنوان نمبر ۵۴ "اللہ کے نیک بندوں کو ستانا" کے تحت آچکا ہے۔ پھر اس نمبر کے تحت جو عبارت موجود ہے اس سے خاطر خواہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل ہے، اسلئے اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ البتہ بعض وہ گناہ جو کبیرہ ہیں لیکن مصنف نے ان کا مستقل ذکر نہیں کیا ہے اس عنوان کے تحت ہم صرف ان کی فہرست پیش کر دیتے ہیں تاکہ کم از کم ان کے کبیرہ ہونے کا علم ہی ہو جائے۔ ازمترجم

۱۔ کسی کا مال غصب کرنا۔

۲۔ نماز قضاء کرنا۔

۳۔ علماء اور حفاظ کو برا کہنا اور انہیں بدنام کرنا۔

۴۔ باوجود قدرت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا۔

۵۔ کسی عورت کو برائی پر آمادہ کرنے کے لئے دلالی کرنا۔

۶۔ قرآن مجید یاد کر کے اس کو بھول جانا (اگر کسی مرض یا ضعف سے

ہو جائے تو اس میں داخل نہیں)۔

۷۔ کسی جاندار کو آگ میں جلانا (ایسے موذی جانور جن کا جلانا ہی ضروری ہو تو مضائقہ نہیں)۔

۸۔ کسی عورت کو شوہر کے پاس جانے اور حقوق شوہری ادا کرنے سے روکنا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔

۱۰۔ کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا۔

۱۱۔ مال میں اسراف یعنی مصلحت اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔

۱۲۔ اپنی عورت کو ماں یا بیٹی کے مثل کہنا۔

۱۳۔ کسی صغیرہ کو بار بار کرنا۔

۱۴۔ گناہ میں کسی کی مدد کرنا۔

۱۵۔ گانا سننا اور عورت کا گانا۔

۱۶۔ لوگوں کے سامنے ستر کھولنا۔

۱۷۔ حق واجب کے ادا کرنے میں بخل کرنا۔

۱۸۔ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے افضل کہنا۔

۱۹۔ لوگوں کے نسب کو طعنے دینا۔

۲۰۔ مخلوق کے تقرب کے لئے جانور کی قربانی دینا۔

۲۱۔ کوئی بُری رسم جاری کرنا یا اس کی دعوت دینا۔

۲۲۔ کسی مسلمان کو تلوار، چاقو یا دھار دار چیز سے اشارہ کرنا۔

۲۳۔ حرم محترم میں الحاد و گمراہی کی بات کرنا۔

۲۴۔ بھنگ یا کوئی اور نشہ آور چیز کھانا۔

۲۵۔ مسلمان کو کافر کہنا۔

۲۶۔ ایک سے زائد بیویاں ہوں تو حقوق میں برابری نہ کرنا۔

۲۷۔ استمنا بالید (اپنے ہاتھ سے منی خارج کرنا)۔

۲۸۔ حائضہ عورت سے جماع کرنا۔

۲۹۔ عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔

۳۰۔ کھانے کی چیز کو بُرا کہنا۔

۳۱۔ رقص (ناچ) کرنا۔

۳۲۔ دین پر دنیا کو ترجیح دینا۔

۳۳۔ دوسروں کے گھر میں جھانکنا اور بلا اجازت داخل ہونا۔

۳۴۔ حقارت سے کسی پر ہنسنا۔

۳۵۔ چھپ کر کسی کی باتیں سننا۔

۳۶۔ بُرے لقب سے کسی کو پکارنا یا اس کا ذکر کرنا۔

۳۷۔ نابینا کو غلط راستہ بتانا۔

۳۸۔ اولاد میں برابری نہ کرنا۔

۳۹۔ یک وقت ایک سے زائد طلاق دینا۔

۴۰۔ بلا ضرورت کتا پالنا۔

بلاعذر جماعت کی نماز چھوڑ دینا

❖

نمازِ جمعہ نہ پڑھنا

ارشادِ خداوندی ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ، وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝ (سورۂ قلم: ۴۲-۴۳)

ترجمہ: جس دن کہ ساق کی تجلی ہوگی اور وہ سجدے کے لئے بلائے جائیں گے تو وہ (سجدہ) نہ کرسکیں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور چہروں پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ (وجہ اس کی یہ ہے کہ) وہ دنیا میں نمازوں کے لئے بلائے جاتے تھے اور وہ اچھے خاصے رہ کر بھی (نہیں پہنچتے تھے)۔

ابراہیم تیمیؒ (اس آیت کی تفسیر میں) فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں فرض نمازوں کی طرف اذان واقامت کے ذریعہ بلائے جاتے تھے (مگر وہ حاضر نہ ہوتے)۔ سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ "حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح" کو سنتے تھے مگر اس کا (عملی) جواب نہیں دیتے تھے، حالانکہ وہ صحت مند بھی ہوتے۔ (یعنی بلاعذر شرعی جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتے تھے)۔

کعب احبار فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ آیت جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے بارے میں اتری ہے۔ (آپ ہی فرمایئے) کہ جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے لئے اس سے بڑی وعید کیا ہوگی؟

اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو صحیحین میں ایک روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "میرا جی چاہتا ہے کہ میں نماز کا حکم دوں اور جماعت ٹھہر جائے پھر کسی کو اپنی جگہ امام بنا کر میں کچھ جواں مردوں کو لے کر جن کے ساتھ ایندھن ہو، ان کے گھروں پر پہنچوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کے گھروں کو آگ لگا کر ان پر ڈھا دوں۔"

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی وعید معمولی بات پر تو ہو نہیں سکتی، البتہ ترکِ واجب پر یہ وعید ہوسکتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک نابینا نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا کوئی ایسا رہبر نہیں ہے جو مجھے مسجد پہنچا دیا کرے، اسلئے کیا مجھے گھر نماز پڑھنے کی رخصت ہے؟ آپؐ نے ان کو رخصت دیدی، پھر جب وہ جانے لگے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "کیا تمہارے گھر اذان کی آواز آتی ہے؟" انہوں نے عرض کیا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا کہ (تو پھر تمہیں رخصت نہیں، عملی طور پر اذان کا) جواب دو۔

اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ ابن ام مکتومؓ نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ میں انسانوں اور جانوروں کا اژدہام رہتا ہے، میں نابینا ہوں اور مسجد سے دور بھی رہتا ہوں، اور میرا ایک رہبر بھی ہے مگر ہروقت لانے لے جانے کی خدمت کے لئے تیار نہیں، تو کیا مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے کی گنجائش مل سکتی ہے؟ آپؐ نے استفسار فرمایا:

کیا اذان سنائی دیتی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، آپؐ نے فرمایا تو (پھر عملی طور پر) جواب دو (یعنی مسجد حاضر ہوا کرو) میں تمہارے لئے گنجائش نہیں پاتا۔

(غور فرمائیے) یہ وہ شخص ہیں جو بینائی سے محروم ہیں (مسجد سے دور رہتے ہیں) کوئی رہبر نہیں جو مسجد پانچ وقت لایا لے جایا کرے، لیکن اس کے باوجود آپؐ نے انہیں گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی، تو صحیح وسالم آدمی کو جسے کوئی عذر بھی نہ ہو بے جماعت نماز پڑھ لینے کی اجازت کس طرح مل سکتی ہے؟

اسی وجہ سے جب حضرت ابن عباسؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا تھا لیکن جمعہ و جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا تو فرمایا کہ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آدمی کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اذان سنے اور اس کا (عملی) جواب نہ دے (یعنی جماعت میں حاضر نہ ہو)۔ حدیث میں ہے کہ ''جس شخص نے اذان سنی اور وہ بغیر کسی عذر کے بلا جماعت نماز پڑھ لے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔'' پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! عذر سے آپ کی کیا مراد ہے؟ فرمایا ''مرض یا خوف۔''

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخصوں پر اللہ کی لعنت ہے'' پھر آپ نے ان میں اس شخص کو بھی گنایا جو حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کو سنے، مگر جماعت میں حاضر نہ ہو۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں صحیح ہوتی ہے کسی نے پوچھا کہ مسجد کا پڑوسی کون ہے؟ ارشاد فرمایا جسکو اذان کی آواز آتی ہو۔

بخاریؒ نے ''صحیح'' میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جس شخص کو اس بات کی خواہش ہے کہ وہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے حالتِ اسلام پر

ملاقات کرے اس کو چاہئے کہ وہ ان پانچ وقت کی نمازوں کی حفاظت کرے، جب جب اذان کہی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو ہدایت والی سنن عطا فرمائی ہیں اور بیشک یہ ''نماز با جماعت'' انہیں سنن ہدیٰ میں سے ہے۔ اور اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے، جیسا کہ یہ منافق پڑھتے ہیں تو تم لوگ اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے، اور جب اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم لوگ ہمارا زمانہ دیکھتے تو (معلوم ہوتا کہ) جماعت سے غیر حاضر وہی رہتا تھا، جو مشہور منافق ہو یا پھر مریض ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص دو ساتھیوں کے سہارے مسجد پہنچ سکتا تو جماعت کی نماز کی خاطر ضرور حاضر ہوتا۔

روایت ہے کہ ربیع بن خثیمؒ کے جسم کے ایک حصہ پر فالج گر گیا تھا وہ اسی حالت میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لا رہے تھے، لوگوں نے کہا، حضرت! آپ پر فالج گرا ہے آپ معذور ہیں (گھر پر نماز پڑھ سکتے ہیں) ارشاد فرمایا کہ مسئلہ تو ایسا ہی ہے، تاہم میں نے جب مؤذن کو سنا کہ وہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہہ رہا ہے تو (میں نے سوچا کہ جب کامیابی کے لئے اللہ کا منادی مسجد بلا رہا ہے تو سمجھداری یہی ہے کہ) جماعت میں پہنچا جائے، اگرچہ سرینوں کے بل گھسٹنا پڑے۔

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت چھوٹ گئی تو صرف ابو اسحاق بخاری نے میری تعزیت فرمائی، حالانکہ اگر میرا کوئی لڑکا مر جاتا تو کم از کم دس ہزار آدمی میری تعزیت کو آتے، کیوں کہ لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت دین کی مصیبت سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں تشریف لے گئے وہاں سے لوٹنے تک عصر کی جماعت ہو چکی تھی، آپ سخت رنجیدہ

ہوئے، انا للّٰہ پڑھی اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنا باغ مسکینوں پر صدقہ کر دیا تا کہ عمرؓ کی اس حرکت (ترکِ جماعت) کا کفارہ ہو سکے (سبحان اللہ! کیا شان تھی ان حضرات کی، واقعی ان حضرات نے ایمان و اعمال کے بنانے پر زبردست محنت فرمائی تھی اسی لئے ایمان و اعمال کی قیمت کا انہیں احساس تھا، اور عارضی وحقیقی نقصان کے فرق کو خوب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہمیں اس کا ایک ذرہ بھی نصیب فرما دیں تو زہے قسمت)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں (صحابۂ کرامؓ) کو ایسے شخص کے بارے میں جو عشاء یا فجر کی نماز میں حاضر نہیں ہوتا تو یہ بدگمانی ہو جاتی تھی کہ وہ منافق ہو گیا ہے۔ (یعنی ان حضرات میں اس بات کا یقین تھا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص ایمان کا دعویٰ بھی کرے اور جماعت کی نماز میں حاضر نہ ہو، لہٰذا وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ یقیناً وہ شخص منافق ہو گیا ہوگا)۔

حکایت: عبداللہ بن عمر قواریریؒ فرماتے ہیں کہ میری نماز عشاء کی جماعت کبھی نہیں چھوٹی تھی، ایک دن اتفاق سے میرے گھر مہمان آ گئے تھے، میں ان کی نوازش میں لگا رہا، اسی میں میری عشاء کی جماعت چھوٹ گئی، میں نے مختلف مساجد میں کوشش کی کہ شاید جماعت مل جائے لیکن میں نے دیکھا کہ لوگ نمازیں پڑھ چکے ہیں اور بصرہ کی تمام مساجد بند کر دی گئی تھیں، بالآخر میں عاجز ہو کر اپنے گھر لوٹا، مجھے یاد آیا کہ حدیث میں جماعت کی نماز بے جماعت نماز کے مقابلے میں ستائیس گنا بہتر بتائی گئی ہے، اس لئے تلافیٔ مافات کے طور پر میں نے اس رات میں نماز عشاء کو ستائیس مرتبہ پڑھا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا ہم لوگ کہیں سفر میں ہیں اور قافلہ والے سب آگے بڑھتے جا رہے ہیں اور میں پیچھے ہو گیا ہوں، میں اپنے گھوڑے پر تھا، ایک شخص نے مجھ

سے کہا کہ تم کیوں اتنی مشقت جھیل رہے ہو، تم اس قافلے سے مل ہی نہیں پاؤ گے، میں نے کہا اس کی وجہ؟ اس شخص نے کہا اس لئے کہ ہم سب نے نماز عشاء جماعت سے پڑھی ہے اور تم نے تنہا، چنانچہ میں متنبہ ہوا اور نہایت مغموم و رنجیدہ ہوا (اپنے اس خسارہ پر)۔ اللہ ہی سے ہم مدد اور توفیق کا سوال کرتے ہیں، وہ بڑا کریم و رحیم ہے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَآءِ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ.

ترجمہ: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی پیشی میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا (بدلہ) پورا پورا ملے گا؟ اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔ (بیان القرآن)

یہ آیت شریفہ قرآن حکیم کے نزول میں سب سے پچھلی وحی ہے۔ اس کے نزول کے گیارہ اور ایک روایت میں سترہ روز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا ہے۔

وصیت میں ناانصافی کرنا

قال اللہ تعالیٰ:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔

ترجمہ: (مگر یہ تقسیم) وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد کی گئی ہو، بغیر اس کے کہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔

حدیث میں ہے کہ (بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ) کوئی مرد یا عورت (مثلاً) ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کرتے رہتے ہیں اور موت سے عین قبل ایسی وصیت کر دیتے ہیں کہ جس میں کسی وارث کا ضرر یا اسے محروم کرنا مقصود ہوتا ہے تو اس کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص وارث کو حق میراث (کے ادا کرنے) سے بچنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے جنت کی میراث ختم کر دیں گے۔''

ایک حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو (اس کے احکام بیان کر کے) اس کا حق دلایا ہے لہٰذا اب وارث کے لئے (مزید) کسی وصیت کی ضرورت نہیں۔

دھوکہ دینا اور فریب کرنا

قال اللہ تعالیٰ:

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (سورۂ فاطر:۴۳)

ترجمہ: اور بری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''مکار اور دھوکہ دہندہ (دونوں) جہنم میں ہیں۔'' ایک حدیث میں آپؐ نے پانچ جہنمیوں کا تذکرہ کیا ہے، اس میں ایک شخص وہ بھی ہے جو صبح وشام لوگوں کو دھوکہ دیتا رہتا ہے۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''جنت میں دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والے داخل نہ ہوں گے۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ: وہ اللہ کو اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں۔

واحدیؒ فرماتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ایسے اعمال کر رہے ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہوں، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوگا کہ انھیں قیامت کے دن ایک نور دیا جائے گا جیسا کہ مومنین کو دیا جائے گا، مگر جب یہ پل صراط پر پہنچیں گے تو ان کا نور بجھ جائے گا اور وہ اندھیرے میں رہ جائیں گے۔ (جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جہنم میں گر پڑیں گے)۔

مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنا

مصنفؒ نے اس باب میں حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے مشہور واقعہ کی جانب اشارہ کیا ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو ان پر اس واقعہ کی وجہ سے غصہ آیا اور حضرت عمرؓ نے انھیں قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر انکار فرمادیا کہ وہ صحیح العقیدہ ہیں، نیز شرکائے بدر میں سے ہیں اس لئے ان کی خصوصی رعایت فرمائی گئی۔

مسئلہ کی نوعیت کو سمجھنے کیلئے ہم حضرت حاطبؓ کا واقعہ مختصراً ذکر کئے دیتے ہیں۔

حاطب یمن کے رہنے والے تھے، کسی زمانے میں مکہ مکرمہ میں آ کر بس گئے تھے، وہیں وہ مسلمان ہوئے پھر ہجرت بھی کی لیکن ان کے اہل وعیال مکہ ہی میں تھے، ادھر دشمنانِ اسلام مہاجرین کرامؓ کے مکہ میں موجود اہل وعیال سے ظلم وزیادتی کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو فکر لگی رہتی تھی، خصوصاً حاطب کو اس لئے کہ وہاں ان کا کوئی کنبہ قبیلہ بھی نہ تھا جو ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کر لیتا۔

فتح مکہ سے قبل کفار قریش نے صلح حدیبیہ کے دفعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عملاً صلح توڑ دی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کا خفیہ پروگرام بنا رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ پروگرام مشرکین کے علم میں نہ آنے پائے، اس کے لئے آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی فرمائی تھی۔

انھیں دنوں مکہ مکرمہ سے ایک پیشہ ور مغنیہ مدینہ منورہ آئی آپ نے اس

سے تفتیش احوال فرمائی، جب اس نے یہ اعتراف کرلیا کہ نہ وہ مسلمان ہوئی ہے نہ یہ آنا اس کا ہجرت کی نیت سے ہے بلکہ وہ مکہ میں اہل دولت کی خستہ حالی کی وجہ سے معاشی ابتری کا شکار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب سے کہہ کر اس کی مدد کرادی۔ اپنے بچوں کی کسمپرسی اور بے سروسامانی کے مدنظر حاطب کو خیال آیا کہ اس عورت کے ذریعہ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی پروگرام سے مکہ والوں کو مطلع کردوں تو آپ کا تو کچھ نقصان نہ ہوگا اس لئے کہ فتح بہر حال خدا کی نصرت سے آپ کو حاصل ہو ہی جائے گی۔ البتہ اس احسان کے بدلے میں وہ میرے بچوں سے بہتر سلوک کریں گے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ عورت جا چکی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کردی۔ آپؐ نے حضرت علی کو دو ساتھیوں کے ہمراہ اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا، وہ حضرات تلاش کرکے وہ تحریر واپس لے آئے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حضرت عمر کو ہوئی تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص نے مسلمانوں سے خیانت کی ہے کہ ان کا راز کفار کو بھیج دیا ہے، مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کردوں۔ لیکن حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ انھوں نے صاف صاف عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا ایمان پختہ ہے اور اس فعل سے میرا مقصد اہل اسلام سے خیانت کرنا نہ تھا بلکہ مکہ والوں کی ہمدردی اپنے اہل عیال کیلئے حاصل کرنے کی غرض سے میں نے ایسا کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھوں نے سچی بات بتلادی ہے، اس لئے انھیں کچھ نہ کہو۔

حضرت عمرؓ نے دوبارہ اجازت مانگی تو آپؐ نے بصراحت فرمادیا کہ یہ شریک بدر ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرکے جنت

کا وعدہ فرمادیا ہے اس لئے ان کو کوئی سزا نہ دی جائے۔ اسی واقعہ کے سلسلہ میں سورۂ ممتحنہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر سرزنش فرمائی اور کفار و مشرکین کو دشمن قرار دے کر ان سے رازدارانہ تعلقات رکھنے سے منع فرمادیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنا اور ان کے راز فاش کرنا بہت بڑا جرم ہے اور زبردست گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہر معصیت سے حفاظت فرمائے۔ آمین

بہر غفلت یہ تری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش و عشرت اور مستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے
(مجذوبؔ)

تصویریں بنانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا○ (سورۂ احزاب:۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار ہے۔

عکرمہؒ فرماتے ہیں "ایذا دینے والوں سے مراد تصویر بنانے والے ہیں۔"

ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو لوگ تصویر بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے انہیں بنایا ہے اسی طرح انہیں زندہ بھی کرو۔"

ایک حدیث میں ہے کہ "تمام مصورین جہنم میں ہیں، جتنی تصویریں انھوں نے بنائی تھیں انھیں اللہ تعالیٰ ایک جسم دیدیں گے اور ان کے ذریعہ سے جہنم میں انہیں سزا دی جائے گی۔"

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو میری تخلیق کی نقل کرنے لگے (اگر اس کو اس کا دعویٰ ہی ہے) تو ایک دانہ یا ایک ذرہ یا ایک بال پیدا کرکے بتلائے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ "قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور کہے گی کہ میں تین شخصوں پر متعین ہوں، ہر مشرک پر، ہر سرکش و متکبر پر اور ہر

تصویر ساز پر۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کسی ایسے گھر میں جس میں تصویر یا کتا ہو فرشتے نہیں داخل ہوتے۔''

تصویروں سے مراد کسی بھی جاندار کی تصویر ہے، خواہ وہ مجسمہ کی شکل میں ہوں یا دیواروں اور چھتوں میں منقوش ہوں، یا کسی کپڑے پر بنائی گئی ہوں، یا کسی چیز پر اتاری گئی ہوں۔

تصویر کا ضائع کر دینا ہر اس شخص پر واجب ہے جو اس کے تلف کرنے اور ضائع کرنے پر قادر ہو (بشرطیکہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو) کیوں کہ حیان بنؓ حصین کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے کہا'' میں تم کو اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ جہاں جہاں تصویر نظر آئے مٹا دو اور جہاں کہیں پختہ قبر دکھائی دے اسے ڈھا دو۔''

اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنا

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابہؓ کے نہ ایک مد کے برابر ہو سکتا ہے نہ نصف مد کے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ:'' اللہ (سے ڈرو) اللہ (سے ڈرو) میرے صحابہؓ کے بارے میں میرے بعد کوئی انہیں سب وشتم نہ کرے۔ (یاد رکھو) جس نے ان سے محبت کی اس نے درحقیقت میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی ہے اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے اصل میں مجھ سے بغض کی وجہ سے ایسا کیا ہے، جس نے انھیں ستایا (گویا کہ) اس نے مجھے ستایا، اور جس نے مجھے ستایا، اس نے اللہ کو ستایا اور جو اللہ کو ستائے قریب ہے کہ اللہ اسکی (سخت) گرفت فرمائیں۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے (برے انجام) کا واضح اشارہ ہے جو صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں، یا بہتان باندھتے ہیں اور ان میں عیوب تلاش کرتے ہیں اور ان کی پارسائی کا انکار کرتے ہیں، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہؓ کی محبت عنوان ہے آپؐ کی محبت کا، اور ان سے بغض دلیل ہے آپؐ سے (العیاذ باللہ) بغض ہونے کی، جیسا کہ حدیث میں ہے:'' انصار سے محبت ایمان (کی صفات) میں سے ہے اور ان سے بغض نفاق (کی علامت) ہے۔ صحابہ کرامؓ کے فضائل، ان کے حالات و سیر کے مطالعہ سے ہو سکتے ہیں کہ کس طرح انھوں نے آپ کی حیات طیبہ میں اور آپؐ کے بعد بھی دین کی خاطر قربانیاں دی ہیں

اور ایمان کے سیکھنے، اسلام کے پھیلانے، کفار سے قتال و جہاد کرنے، شعائر اسلام کے برملا اظہار کرنے، اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے، فرائض وسنن کے علوم سیکھنے سکھانے میں اپنے آپ کو اور اپنی جان ومال کو لگایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو اسلام کے نہ ہمیں اصول پہنچتے اور نہ فروع اور ہمیں آپ کی تعلیمات و ہدایت کا کوئی بھی حصہ نہ ملتا، اسی وجہ سے جو شخص ان میں سے کسی کو مطعون کرے، یا گالیاں دے اور برا بھلا کہے تو وہ دین سے خارج اور ملت مسلمہ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ ان کو برا بھلا کہنا اس کی دلیل ہے کہ انکے بارے میں اسکے دل کے اندر حسد چھپا ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ان آیات کا منکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف وتوصیف کی ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے (جس طرح) میرا انتخاب فرمایا ہے (اسی طرح) میرے صحابہ کو بھی (خود ہی) منتخب فرمایا ہے۔ پھر ان میں سے کسی کو میرا وزیر بنایا اور کسی کو میرا معاون و مددگار۔ جو انہیں برا بھلا کہے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے شخص کے نہ فرائض قبول فرمائیں گے اور نہ نوافل۔

ایک اور حدیث میں اسکے بعد یہ بھی ہے کہ'' انکے بعد عنقریب ایک ایسی جماعت پیدا ہونے والی ہے جو انکے عیوب کے درپے ہوگی اور انکی کوتاہیاں بیان کریگی، تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ کھانا کھانا اور نہ پانی پینا اور نہ انکے ساتھ رشتے ناطے کرنا اور نہ انکے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان پر (جنازہ کی) نماز پڑھنا۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا'' جب میرے صحابہؓ کا ذکر آئے تو رک جاؤ، جب ستاروں کا ذکر آئے تو رک جاؤ اور جب تقدیر کا ذکر نکلے تو رک جاؤ۔

مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی بات نکلے تو اس کی گہرائی اور گیرائی کے چکر میں نہ پڑے، اور بہتر یہی ہے کہ سکوت اختیار کرے، کیونکہ اس کی بحث میں پڑنے سے رک جانا ایمان کی علامت ہے اور اسکے خلاف کرنا نفاق کی نشانی ہے۔ یہی ستاروں کا مسئلہ ہے کہ انکی تفصیلات میں پڑنے سے اندیشہ ہے کہ ستاروں کے فعال یا خود مختار ہونے کا معتقد ہو جائے، اور اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے گا تو مشرک ہو جائیگا۔ اسی طرح جو شخص صحابہؓ کے عیوب پھیلائے اور ان کی کمزوریاں تلاش کرے وہ منافق ہے۔ اسلئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے، اسکے رسولؐ سے، اور انکی لائی ہوئی شریعت سے، اور انکے دین کے پھیلانے میں اولین مددگار جماعت (یعنی صحابہؓ) سے، اور ان کی اولاد، احفاد، ازواج سے، اور جو ان کی راہ اختیار کرے اور ان کے مبارک طریقہ کو اپنالے ان سے، اور ان سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھے۔ اور جو ان سے بغض رکھے، اس سے بغض رکھے، کیوں کہ ایمان کی مضبوط کڑی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے۔

رہ گئے صحابہؓ کے فضائل ومناقب تو وہ اس قدر ہیں کہ یہاں ان کا احصاء مشکل ہے، البتہ علماء فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ میں سب سے افضل عشرۂ مبشرہ ہیں اور ان میں سب سے افضل صدیق اکبرؓ ان کے بعد عمر فاروقؓ، ان کے بعد عثمان غنیؓ، ان کے بعد علی مرتضیٰؓ ہیں، اس میں سوائے بدعتی، منافق اور خبیث شخص کے کسی اور کو شک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی، اپنے نبیؐ اور ان کے صحابہؓ کی سچی محبت اور کامل اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

الحمد للہ آج بتاریخ ۸ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ شب جمعہ میں اس کتاب کی تلخیص وترجمہ سے فراغت ہوئی۔ فالحمد للہ اولہ وآخرہ وظاہرہ وباطنہ.